جلد ۱۲ وفا ۱۳۵۰ ہش شمارہ ۷
جولائی ۱۹۷۱ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

وفا ۱۳۵۰ ھش

جمادی الاول ۱۳۹۱ ہجری جولائی ۱۹۷۱ء

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ آٹھ روپے ٭ فی پرچہ: پچھتر پیسے

فہرست مضامین

ناشر . . . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت . . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۱۲ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۷

وفا ۱۳۵۰ھش

نوعِ انسان کی جسمانی اور روحانی ربوبیت کا اعلانِ عام

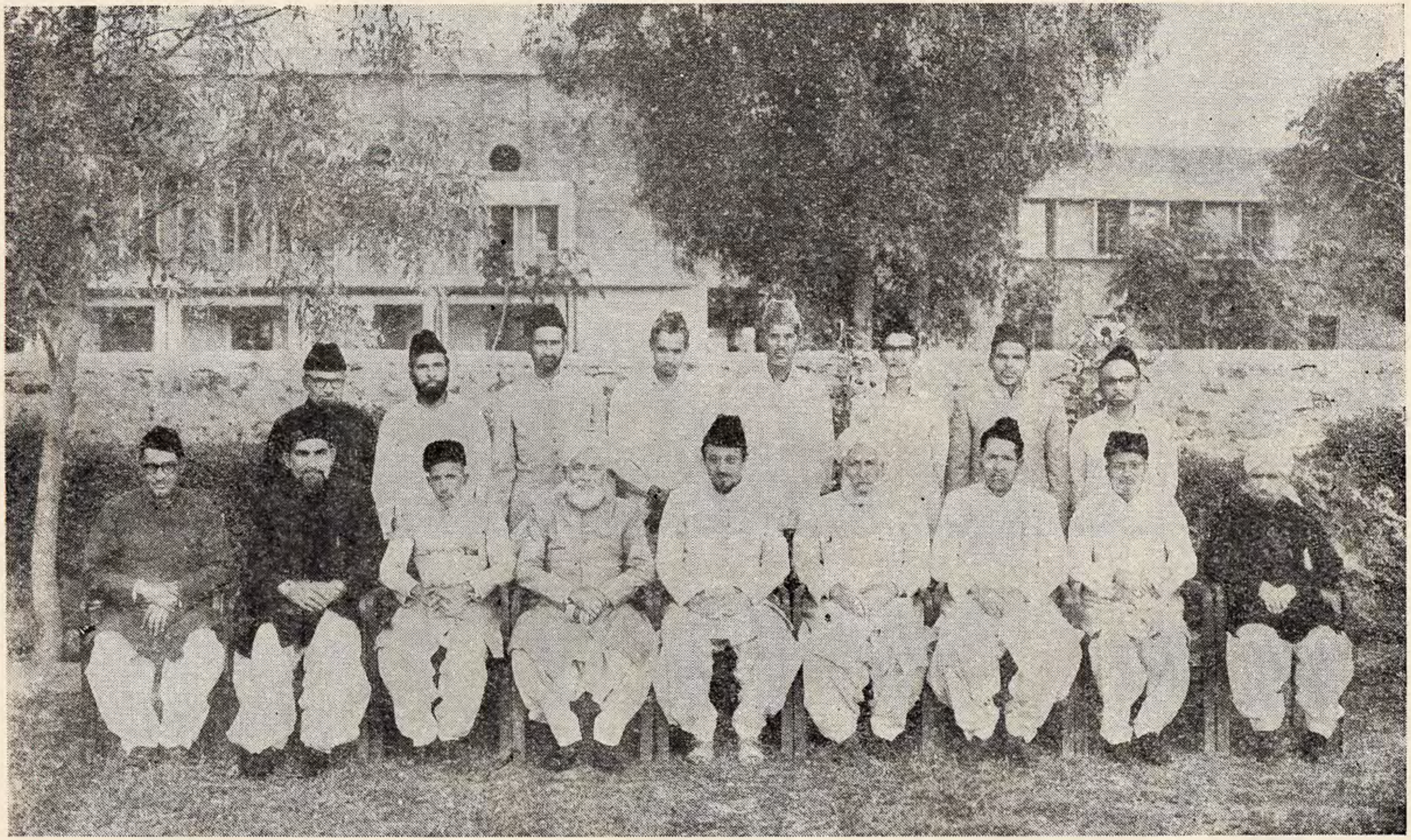
سیرت حضرت رسولِ اکرمؐ بحیثیت مظہرِ کامل صفتِ ربّ العالمین

سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل اور ظلِّ کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سورۂ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ اربعہ بیان ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن چاروں صفات کے مظہرِ کامل تھے۔ مثلاً پہلی صفت ربّ العالمین ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بھی مظہر ہوئے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ جیسے ربّ العالمین عام ربوبیت کو چاہتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور آپؐ کی ہدایت و تبلیغِ کُل دنیا اور کُل عالموں کے لئے قرار پائی۔" (ملفوظات جلد ششم ص ۱۲)



محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب
صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ



کرسیوں پر (دائیں سے بائیں) مولوی نسیم سیفی صاحب (قائد تجنید) مسعود احمد صاحب دھلوی (قائد اشاعت) پروفیسر بشارت الرحمن صاحب (قائد وقف جدید) صوفی غلام محمد صاحب (آڈیٹر) محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (صدر مجلس) مولانا ابوالعطاء صاحب (قائد اصلاح و ارشاد) شیخ محبوب عالم صاحب خالد (قائد عمومی) مولانا عبدالمالک خان صاحب (قائد ایثار) چوہدری شبیر احمد صاحب (قائد تحریک جدید)۔

ایستادہ (دائیں سے بائیں) شیخ خورشید احمد صاحب (نائب قائد تربیت) مولوی عبدالقادر صاحب ضیغم (نائب قائد تجنید) پروفیسر حبیب اللہ خاں صاحب (قائد تعلیم) ملک محمد رفیق صاحب (قائد مال) چوہدری محمد ابراہیم صاحب (سیکرٹری برائے صدر) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر (نائب قائد اصلاح و ارشاد) مولوی غلام باری صاحب سیف (نائب قائد تعلیم) شیخ نصیرالدین احمد صاحب (نائب قائد تحریک جدید) (تاریخ فوٹو :- ۲۴ مئی ۱۹۷۱ء)

فی الوقت ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر اسی نقطۂ نگاہ سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کہ آنحضور اللہ تعالےٰ کی صفتِ رب العالمین کے مظہر کامل ہیں۔ سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ربوبیت سے کیا مراد ہے؟ لغت کے رو سے ربوبیت کے معنی ہیں اِنْشَاءُ الشَّیْءِ حَالًا فَحَالًا اِلٰی حَدِّ التَّمَامِ یعنی کسی چیز کو پیدا کر کے تدریجی طور پر اسے کمال تک پہنچانا۔

جہاں تک اللہ تعالےٰ کے رب العالمین ہونے کا تعلق ہے اس نے بلا تفریق و امتیاز تمام بنی نوعِ انسان کی جسمانی اور روحانی ربوبیت کا شروع ہی سے پورا پورا اہتمام فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ کی اس صفت کی جلوہ نمائی کے نتیجہ میں بنی نوع انسان جسمانی اور روحانی لحاظ سے پرورش اور نشوونما پا کر اپنی اپنی مقررہ حدِ کمال کو پاتے چلے آ رہے ہیں اور قیامت تک اس مقررہ حد کو پاتے چلے جائیں گے۔ وجہِ تخلیقِ کائنات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک نمایاں اور نہایت درخشاں پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے جملہ دیگر انبیاءِ کرام کے بالمقابل صفتِ ربوبیت کے مظہر کامل ہونے کی حیثیت میں نوعِ انسان کی جسمانی اور روحانی ربوبیت کرنے میں ایسا بے مثال نمونہ قائم فرمایا ہے کہ جس کی کوئی اور مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جسمانی ربوبیت سے متعلق اللہ تعالےٰ کے قائم کردہ نہایت درجہ محکم اور ابلغ نظام کی ایک بنیادی شق یہ ہے کہ اللہ ربّ العالمین اپنی اس صفت کی رو سے رزّاق بھی ہے۔ وہ بلا تفریق و امتیاز اپنی کُل مخلوق کو رزق پہنچاتا ہے۔ وہ رزق پہنچانے میں موحد و مشرک اور مومن و کافر میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ سب کو ہی بعض مقررہ قوانین کے تحت اپنی اپنی کوشش اور جدوجہد کے مطابق رزق پہنچاتا ہے جو ان کی جسمانی نشوونما کا باعث بنتا اور اس طرح انہیں روحانی علو و ارتفاع سے ہمکنار ہونے کے قابل بناتا ہے۔ جسمانی رَبوبیت کی اس شق کے بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حصولِ رزق کے بنیادی ذرائع سے متعلق جو تعلیم دی اس کی تفصیل میں جانے بغیر یہاں صرف ایک واقعہ بیان کر کے یہ دکھانے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص موقعہ پر صفتِ رب العالمین کا مظہر کامل ہونے کا ایسا اہتمام بالشان مظاہرہ فرمایا کہ آپؐ کے وہ دشمن بھی جو آپؐ کے خون کے پیاسے تھے آپؐ کی شانِ رَبوبیت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہے۔

---

۵ سنہ ہجری کا واقعہ ہے کہ کفارِ مکّہ اور مسلمانوں کے مابین حالتِ جنگ کے زمانہ میں یمامہ کا نہایت با اثر رئیس ثمامہ بن اثال دورانِ سفر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر دربارِ نبوی میں پیش کیا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو فوراً رہا کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ بہت احترام اور احسان کا سلوک فرمایا۔ وہ رؤف و رحیم نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسنِ سلوک اور اخلاقِ کریمانہ سے اس قدر متاثر ہوا

کہ اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضورؐ کی پیروی (اتباع) اور اطاعت کا جوأ اپنی گردن پر رکھ کر وہاں سے واپس لوٹا وطن واپس جاتے ہوئے وہ پہلے مدینہ سے مکہ گیا اور حرم میں داخل ہو کر کفارِ مکہ کے روبرو وہاں بآنگِ دہل اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ کفارِ مکہ نے اُس پر بہت لعن طعن کی اور اسکے ساتھ بہت توہین آمیز سلوک روا رکھا۔ اس پر وہ طیش میں آگیا اور یہ کہہ کر وہاں سے چل پڑا کہ خدا کی قسم یمامہ کے غلّہ کا ایک دانہ بھی مکہ میں نہیں آنے دوں گا۔ مکہ میں تمام غلّہ یمامہ سے ہی آتا تھا غلّہ کی ترسیل بند ہو جانے کے باعث مکہ میں شدید قحط پڑ گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مکہ والے سوکھا ہوا گوبر اور جانوروں کا جما ہوا خون کھا کھا کر گزارہ کرنے لگے۔ بھوک کے ہاتھوں تنگ آکر کفارِ مکہ نے ابوسفیان بن حرب کو سفیر کی حیثیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ بھجوایا۔ اس نے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا اور کہا " اے محمدؐ میں تمہیں اللہ اور قرابت داری کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ ہم پر رحم کرو۔ کیا یہ مناسب ہے کہ تمہاری قوم تو گوبر اور خون کھائے اور تم مدینہ میں آرام سے بیٹھے رہو"

اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو کفارِ مکہ کو ان کی جفا کا مزہ چکھا سکتے تھے جبکہ انہوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے صحابہؓ کو شعب ابی طالب کی گھاٹی میں مسلسل تین سال تک محصور رکھ کر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا اور بے کس و بے بس مسلمان درختوں کے پتے کھا کھا کر گزارہ کرتے رہتے تھے اور کفار ان کے بھوک سے بلکنے والے بچوں کی دردناک آوازیں سُن سُن کر خوش ہوا کرتے تھے۔ آج ایک موقعہ ہاتھ آیا تھا کہ آنحضورؐ ان کے اس ظلم کا بدلہ چکا سکتے تھے۔ لیکن آپؐ کو تو خدا نے اپنی صفات میں سے صفت ربّ العالمین کا بھی مظہر بنا کر بھیجا تھا۔ آپؐ مکہ والوں پر رزق کی مار اور ان کی مصیبت کا حال سنکر تڑپ اٹھے۔ آپؐ نے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہ فرمایا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ برسرِ جنگ ہیں۔ آپؐ نے فوراً ہی ثمامہ بن اثال کے نام ایک خط بھجوایا جس میں اسے حکم دیا کہ وہ بلا توقف مکہ میں غلّہ بھجوانا شروع کر دے۔ حضورؐ کا حکم پہنچتے ہی ثمامہ نے غلّہ کی ترسیل شروع کر دی۔ اللہ تعالےٰ نے اس موقعہ پر کفارِ مکہ کو رزق پہنچانے کا وسیلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بنا دیا۔ اس طرح کفارِ مکہ کو اُس وجود باجود کی جسمانی ربوبیت کے طفیل جو اللہ تعالےٰ کی صفتِ ربّ العالمین کا مظہرِ کامل تھا قحط اور بھوک سے نجات ملی۔

جہاں تک روحانی رُبوبیت کا تعلق ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اپنے صفت ربّ العالمین کا مظہرِ اتم ہونے کا ایسا مسحور کن مظاہرہ فرمایا کہ جس کی مثال انبیاءِ ماسبق میں سے کسی نبی کی زندگی میں نہیں ملتی اور نہ مل سکتی ہے کیونکہ ہر نبی محدود زمانہ کے لئے ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوا تھا نہ کہ

ہمیشہ کے واسطے پوری انسانیت کی طرف۔ مثال کے طور پر حضرت عیسٰے علیہ السلام اپنے پیش رو انبیاء کی طرح صرف ایک قوم یعنی بنی اسرائیل کی روحانی تربیت کے لئے مبعوث ہوئے تھے چنانچہ جب ایک سامری عورت نے جو بنی اسرائیل میں سے نہ تھی ان سے درخواست کی کہ وہ اسے بھی اپنی تعلیم سکھائیں تو انہوں نے اس کو جواب دیا میں اپنے موتی سوروں کے آگے نہیں ڈال سکتا اور بچوں کی روٹی چھین کر کتوں کو نہیں دے سکتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے سوا باقی تمام انسان ان کی روحانی ربوبیت کے دائرہ سے باہر تھے۔ یہ صرف اور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جنہیں اللہ تعالے نے اپنی صفت رب العالمین کا مظہر کامل بنا کر بھیجا تھا کہ آپؐ نے روئے زمین پر بسنے والی تمام اقوام اور قیامت تک پیدا ہونے والی ان کی آئندہ نسلوں کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اعراف آیت ۱۵۹)

یعنی اے بنی نوع انسان! میں بیک وقت تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میرے نزدیک مشرق اور مغرب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تم میرے پیغام کو قبول کرو میں تم سب کی روحانی ربوبیت کا ذمہ دار ہوں۔ میں کسی سے یہ کہنے نہیں آیا کہ میں اپنے موتی سوروں کے آگے نہیں ڈال سکتا۔ یا یہ کہ بچوں کی روٹی چھین کر کتوں کو نہیں دے سکتا۔ مجھے جو روحانی جواہر دیئے گئے ہیں وہ میں بلا استثناء سب میں تقسیم کروں گا۔ اور جو مائدہ مجھے عطا ہوا ہے اس سے میں سب کو سیر کروں گا کیونکہ تمام بنی نوع انسان ایک باپ یعنی آدم کی صلب سے ہیں وہی آدم جس کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی اس لئے بنی نوع انسان بحیثیت انسان برابر ہیں۔ انسان ہونے کے لحاظ سے ان میں کوئی تفریق نہیں۔ عربی نژاد کو کسی عجمی پر فوقیت نہیں اور کسی عجمی کو عربی نژاد پر فوقیت نہیں۔ تفوق تو صرف اور صرف پرہیزگاری پر منحصر ہے۔ اللہ کے نزدیک وہی معزز ہے جو متقی ہے خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، کالا ہو یا گورا، مشرقی ہو یا مغربی ـــ انسانی شرف کو نمایاں کرنے والا روحانی ربوبیتِ عامہ کا یہ اعلانِ عام جو بیک وقت پوری نوع انسان پر حاوی تھا اور قیامت تک حاوی رہے گا بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی نے نہیں کیا اور نہ کوئی اور نبی یہ اعلان کر سکتا تھا اس لئے کہ یہ شرف، یہ مرتبہ، یہ مقام اور یہ انتہائی ارفع و اعلےٰ شان بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو حاصل نہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین کے بھی مظہرِ کامل ہیں۔

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روحانی ربوبیت کے اس اعلانِ عام کو عملاً پورا کر دکھانے کے لئے اپنی اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی دردمندانہ دعاؤں، بے مثال و لازوال قوتِ قدسی، دلوں کو گرویدہ بنانے والے عملی نمونے اور تعلیم و تربیت کی جاں گداز کاوشوں کے ذریعہ (جن کی تفصیل میں جانے کی اس

وقت گنجائش نہیں) اپنے صحابہؓ کو جس بے نظیر طریق پر روحانی رُبوبیت سے نوازا اور انہیں روحانی علو وارتفاع سے ہمکنار کر کے ان کی زندگیوں میں انقلابِ عظیم برپا کر دکھایا اور پھر جس طرح وہ اپنی اس عدیم النظیر تربیت کے طفیل روئے زمین پر بسنے والی اقوام کی روحانی رُبوبیت کا وسیلہ قرار پائے اور جس کے نتیجہ میں دنیا عدیم النظیر روحانی انقلاب سے ہمکنار ہوئی اس کی کسی قدر تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "نجم الہدیٰ" میں فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کے ذریعہ سے صحابہؓ زمین کے نیچے سے لئے گئے اور آسمان کی بلندی تک پہنچائے گئے اور درجہ بدرجہ برگزیدگی کے مقام تک منتقل کئے گئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں چارپایوں کی مانند پایا کہ وہ توحید اور پرہیزگاری میں سے کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور نیکی بدی میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (جسمانی رُبوبیت کے طور پر پہلے) ان کو انسانیت کے آداب سکھلائے اور تمدن اور بود و باش کی راہوں پر مفصل مطلع کیا ...... پھر جب وہ جسمانی آداب سے خو پذیر ہو گئے تو جسمانی پاکیوں سے منتقل کر کے اخلاق فاضلہ روحانیہ اور خصائل ایمانیہ کی طرف کھینچا تا ان کے ذریعہ سے روحانی پاکیزگی حاصل ہو۔ پھر جب دیکھا کہ وہ لوگ نیک خصلتوں میں پختہ ہو گئے اور اچھے خُلقوں کے ظاہر کرنے کا ان کو ملکہ ہو گیا تو ان کو قُرب اور وصال کے سرادق کی طرف بلایا اور معارف الٰہیہ ان کو سکھلائے اور حضرت عزت وجلال کی طرف ان کی باگیں پھیریں تا وہ قرب کی سبزہ گاہوں سے محبت کا سبزہ چگیں اور خدا تعالےٰ کے نزدیک ان کو مقامِ قرب اور صدق حال میسر آوے ...... پس ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا (بنگِ رُبوبیت) یہ علمی اور عملی معجزہ ہے اور قرآن کریم کا تمام مخلوق کے لئے یہ ایک اعجاز ہے اور پہلے نبیوں کے معجزے منقضی اور معدوم ہو گئے مگر (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والا) یہ قرآنی معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔" (نجم الہدیٰ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنے صحابہؓ کی درجہ بدرجہ جسمانی اور روحانی تربیت فرما کر انہیں اپنی اپنی استعداد کے مطابق حدِ کمال تک پہنچایا اس کا نہایت حسین اور دلکش نقشہ کھینچنے کے بعد حضور علیہ السلام یہ واضح فرماتے ہوئے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ پوری نوعِ انسان کی رُبوبیت کا وسیلہ قرار پائے اور اس طرح دنیا میں ایک روحانی انقلاب برپا کرنے کا موجب بنے مزید فرماتے ہیں:-

اب دیکھو اس مرد کی کیسی بلند شان ہے جس نے تھوڑے سے عرصہ میں ہزاروں انسانوں کی اصلاح کی اور فساد سے صلاحیت کی طرف ان کو منتقل کیا یہاں تک کہ ان کا کفر پاش پاش ہو گیا اور صدق اور راستی کے تمام اجزاء بہ ہیئت اجتماعی ان کے وجود میں جمع ہو گئے اور ان کے دلوں میں پرہیزگاری کے نور چمک اٹھے اور ان کی پیشانی کے نقشوں میں محبت مولیٰ کے بھید ایک چمکیلی صورت میں نمودار ہو گئے اور ان کی ہمتیں دینی خدمت کے لئے بلند ہو گئیں اور وہ دعوت اسلام کے لئے ممالک مشرقیہ اور مغربیہ تک پہنچے اور ملت محمدیہ کی اشاعت کے لئے بلادِ جنوبیہ اور شمالیہ کی طرف انہوں نے سفر کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے اپنی کوششوں او ر تگ و دو میں کوئی دقیقہ اسلام کے لئے اٹھا نہ رکھا یہاں تک کہ دین کو فارس اور چین اور روم اور شام تک پہنچا دیا اور جہاں جہاں کفر نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا اور شرک نے اپنی تلوار کھینچ رکھی تھی وہیں پہنچے۔ انہوں نے موت کے سامنے سے منہ نہ پھیرا اور ایک بالشت بھی پیچھے نہ ہٹے اگرچہ کاردوں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ وہ لوگ جنگ کے وقتوں میں اپنی قدم گاہوں پہ استوار اور قائم رہتے تھے اور خدا کے لئے موت کی طرف دوڑتے تھے۔ وہ ایک قوم ہے جنہوں نے کبھی جنگ کے میدانوں سے تخلف نہ کیا اور زمین پر قدم مارتے ہوئے زمین کی انتہائی آبادی تک جا پہنچے۔ ان کی عقلیں آزمائی گئیں اور ملک داری کی لیاقتیں جانچی گئیں۔ سو وہ ہر ایک امر میں فائق نکلے اور علم و عمل میں سبقت کرنے والے ثابت ہوئے۔ اور یہ معجزہ ہمارے رسول خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اور حقیقتِ اسلام پر ایک صریح دلیل ہے۔ اور اگر تمہیں شک ہے تو مجھے ان کی مانند حضرت موسیٰؑ کے اصحاب میں سے یا حضرت عیسےٰؑ کے حواریوں میں سے یا کسی اور نبی کے صحابہ میں سے ایک انسان ہی ایسا دکھلاؤ یعنی ہرگز نہ دکھلا سکو گے۔"

(نجم الھدیٰ)

اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کل دنیا اور اس میں بسنے والی کل اقوام کی روحانی تربیت کا فریضہ نہایت اہتمام بالشان طریق پر انجام دے کر اور دنیا کی کایا پلٹ کر آشکار کر دکھایا کہ آنحضورؐ ہی اللہ تعالےٰ کی صفت رب العالمین کے کامل مظہر ہیں۔

پھر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ربوبیت عامہ کا یہ سلسلہ آنحضورؐ کے بعد بھی جاری رہا، جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کا ایک تابندہ و درخشندہ ثبوت آنحضورؐ ہی کے روحانی فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود باجود ہے۔ چنانچہ اِن معروضات کو حضور علیہ السلام ہی کے ایک بیش قیمت ارشاد پر ختم کیا جاتا ہے۔ حضور

علیہ السلام خود منجانب اللہ ماموریت کے ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود روئے زمین پر بسنے والی کل اقوام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پر ہوتے ہوئے پایا اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے ..... اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔" (تریاق القلوب)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

خاک کو کیمیا کر دینے والی اکسیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۱۶)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نبی کریمؐ کی رُوح نے خدا تعالےٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اس کے بھید تک نہیں پہنچ سکتا

یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز آپؐ کے رسولوں اور نبیوں میں سے کسی کو عطا نہیں ہوا

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو ناموں محمدؐ اور احمدؐ کی حقیقت آپ کے فہم وادراک سے بالا مقام کی رفعت واضح کرتے ہوئے اپنی کتاب نجم الھدےٰ یوں فرماتے ہیں:۔

"اس خدا کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ہر ایک چیز میں ایک قسم کی خوبصورتی رکھی۔ اس نے انسانوں کے نفسوں کو اپنے لئے بنایا اور اپنی ذات کے ساتھ ان کی بے آرامی کو دُور کیا اور جو کچھ بنایا نہایت استوار اور خوب نئی طرز کا اور محکم بنایا اور سورج کو روشن کیا اور چاند کو چمکایا اور انسان کو عزت اور شرف اور مرتبہ بخشا اور اس کے رسول امّی پر درود اور سلام ہو جس کا نام محمّد اور احمد ہے۔ یہ دونوں نام اس کے وہ ہیں کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کئے گئے تو سب سے اول یہی دو نام پیش ہوئے تھے کیونکہ اس دنیا کی پیدائش میں وہی دو نام علّت غائی ہیں اور خدا تعالےٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دونوں ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اوّل درجہ پر ہیں اور بباعث اس کے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر تمام نبوت کے کام ختم ہو گئے اور آپؐ پر کامل اور جامع طور پر وحی نازل کی گئی۔ اور آخری معارف اور وہ سب کچھ جو پہلوں اور پچھلوں کو دیا گیا تھا آپؐ کو عطا ہوا۔ ان تمام وجوہ سے آپؐ خاتم الانبیاء ٹھہرے اور ہر ایک سفید اور سیاہ کی طرف آپؐ کو بھیجا۔ اور ہر ایک اندھے اور بہرے اور گونگے کی اصلاح کے لئے آپؐ کو پسند فرمایا اور خدا تعالےٰ نے اپنی نعمتوں کے عطر سے اس قدر آنجناب کو معطر کیا کہ اس سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں کیا گیا۔ خدا نے اپنے پاس سے آپؐ کو علم دیا اور اپنے پاس سے فہم عطا کیا اور اپنے پاس سے معرفت بخشی اور اپنے پاس سے پاک کیا اور اپنے پاس سے ادب سکھلایا اور برگزیدگی کے پانی سے

اپنے پاس سے نہلایا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اس خدا کی تعریف کرنا واجب ہوگیا جو اس کے ہر ایک کام کا آپ متکفل ہوا اور اپنی پناہ کی چادر کے نیچے جگہ دی اور ہر ایک کام آنحضرتؐ کا اپنی توجہ خاص سے بغیر توسط استادوں اور باپوں اور امیروں کے بنایا اور اپنے پاس سے اس پر ہر ایک قسم کی نعمت پوری کی۔ پس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح نے خدا تعالیٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اس کے بھیدوں تک نہیں پہنچ سکتا اور کوئی آنکھ اس کے نوروں کی حدود کو پا نہیں سکتی۔ اور اس نے خدا کی تعریف کو کمال تک پہنچایا۔ یہاں تک کہ اس کے ذکروں میں گم اور فنا ہوگیا اور اس کے اس قدر تعریف کرنے اور خدا تعالیٰ کو صاحبِ تعریف ٹھہرانے کا ثمر یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے متواتر اور پیاپے اس پر اپنے فضل نازل کئے اور وہ عنایت اس کے شاملِ حال کی جس نے ایک طرفۃ العین بھی اس کو اپنی کوشش اور سعی کا محتاج نہ کیا یہاں تک کہ وحی اللہ نے اس کے دل کو چیر کر اپنا دخل اس میں کیا اور اپنی محبت میں اس کو یگانہ بنایا۔ پس اس محسن کی تعریف کے لئے اس کے دل نے جوش مارا اور خدا تعالیٰ کی تعریف اس کی دلی مراد ہوگئی۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز اس کے کسی کو رسولوں اور نبیوں اور ابدالوں اور ولیوں میں سے عطا نہیں ہوا کیونکہ ان لوگوں نے اپنے بعض معارف اور علوم اور نعمتیں بتوسط عالموں اور باپوں اور احسان کرنے والوں کے پائی تھیں۔ مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ پایا جنابِ الٰہی سے پایا اور جو کچھ ان کو ملا اسی چشمۂ فضل اور عطا سے ملا۔ پس دوسروں کے دل حمدِ الٰہی کے لئے ایسے جوش میں نہ آسکے جیسا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دل جوش میں آیا۔ کیونکہ ان کے ہر ایک کام کا خدا ہی متولی تھا۔ پس اسی وجہ سے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے احمد کے نام سے موسوم نہیں ہوا۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے خدا کی توحید اور ثنا ایسی نہیں کی جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اور ان کی نعمتوں میں انسان کے ہاتھ کی ملونی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح ان کو تمام علوم بے واسطہ نہیں دیئے گئے اور ان کے تمام امور کا بلا واسطہ خدا متولی نہیں ہوا اور نہ تمام امور میں بے واسطہ ان کی تائید کی گئی۔ پس کامل طور پر بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی مہدی نہیں اور نہ کامل طور پر بجز آنجناب کے کوئی احمد ہے اور یہ وہ بھید ہے جس کو محض ابدال کے دل سمجھتے ہیں اور کوئی دوسرا سمجھ نہیں سکتا۔ اور پھر جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں اس وجہ سے تھیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اختیار کر لیا تھا اور ہوائے نفس سے الگ ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور اخلاص اور صدق اور توحید سے اس کی طرف دوڑے تھے سو خدا نے وہ تعریفیں بطور انعام کے ان کی طرف واپس کر دیں اور تمام یگانہ صدیقوں سے اس کی یہی عادت ہے کہ وہ حامد کو محمود بنا دیتا ہے۔

پس ہمارا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان میں تعریف کیا گیا اور اس قصے میں پرستاروں کے لئے یاد رکھنے کی بات ہے اور خدا کے ثنا خوانوں کو اس میں بشارت ہے کیونکہ خدا تعریف کرنے والے کی تعریف کو اسی کی طرف رد کر دیتا ہے اور اس کو قابل تعریف ٹھہرا دیتا ہے۔ پس وہ دنیا میں تعریف کیا جاتا ہے اور اس کی قبولیت زمین پر پھیلائی جاتی ہے۔ پس ہر ایک جو نیک طینت ہے اس کی تعریف کرتا ہے۔ اور یہی عبودیت کی حقیقت کا کمال اور پاک نفسوں کا انجام کار ہے اور اس مقام کو کوئی شخص بجز صاحب معرفت کے نہیں پہچانتا اور یہی نوع انسان کی غایت اور عبادتوں کا کمال مطلوب ہے۔ یہی وہ امر ہے جو اولیاء کی امیدوں کا منتہیٰ اور طالبوں کے سلوک کے ختم ہونے کی جگہ ہے اور اسی کے ساتھ عنایت الٰہی بزرگوں کے نفوس کو مکمل کرتی ہے اور یہی شریعت کے بوجھوں کا مغز اور مجاہدات دینی کا نتیجہ ہے اور یہ ان امور کا بھید ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لائے۔ پس اس نبی پر سلام اور برکتیں اور درود اور تحیت ہوں۔"

(نجم الہدیٰ اردو ص۳۱ تا ۱۰)

خوب یاد رکھو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خوب یاد رکھو اور اس کو سچ سمجھو کہ ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ پس اگر ہم عمدہ حالت میں یہاں سے کوچ کر جاتے ہیں تو ہمارے لئے مبارکی اور خوشی ہے ورنہ بہت خطرناک حالت ہے۔ یاد رکھو کہ جب انسان بُری حالت میں جاتا ہے تو مکانِ بعید اس کے لئے یہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء

مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب تراب)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا اَيُّهَا الْوَرٰى

(اے لوگو! محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجو)

دَعُوْا كُلَّ فَخْرٍ لِلنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ اَمَامَ جَلَالَةِ شَأْنِهٖ الشَّمْسُ اَحْقَرُ

اے لوگو! تم ہر قسم کے فخر کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی رہنے دو۔ آپ کی جلالتِ شان کے آگے تو سورج بالکل حقیر ہے

وَصَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا اَيُّهَا الْوَرٰى ۔۔۔ وَذَرُوْا لَهٗ طُرُقَ التَّشَاجُرِ تُوْجَرُوْا

اور اے لوگو! آپ پر درود اور سلام بھیجو اور آپ کی خاطر جھگڑے چھوڑ دو، تم کو اس کا اجر ملے گا۔

وَوَاللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ تَبِعْتُ مُحَمَّدًا ۔۔۔ وَفِيْ كُلِّ اٰنٍ مِّنْ سَنَاهُ اُنَوَّرُ

اور اللہ کی قسم مَیں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے اور ہر آن مَیں آپ کی روشنی سے ہی نور حاصل کرتا ہوں

وَفَوَّضَنِيْ رَبِّيْ اِلٰى رَوْضِ فَيْضِهٖ ۔۔۔ وَاِنِّيْ بِهٖ اَجْنِي الْجَنٰى وَاُنَضَّرُ

اور میرے رب نے مجھے آپ کے فیض کے باغ کے سپرد کر دیا ہے اور مَیں آپ کے طفیل ہی پھول چنتا ہوں اور تروتازگی سے بہرہ اندوز ہوتا ہوں

وَلِدِيْنِهٖ فِيْ جِذْرِ قَلْبِيْ لَوْعَةٌ ۔۔۔ وَاِنَّ بَيَانِيْ عَنْ جَنَانِيْ يُخْبِرُ

اور آپ کے دین کے لئے میرے دل کی گہرائی میں ایک تڑپ ہے اور میرے بیان سے میرے دل کی حالت عیاں ہے۔

وَرِثْتُ عُلُوْمَ الْمُصْطَفٰى فَاَخَذْتُهَا ۔۔۔ وَكَيْفَ اَرُدُّ عَطَاءَ رَبِّيْ وَاَفْجُرُ

مجھے آپ کے علوم ورثہ میں عطا ہوئے ہیں اور مَیں نے بصد احترام یہ ورثہ لیا ہے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں اپنے رب کی عطا کو رد کر کے معصیت کا مرتکب ہوتا

وَمَا دِيْنُنَا اِلَّا هِدَايَةَ اَحْمَدَا

اور احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے سوا ہمارا کوئی دین نہیں ہے

فَيَا لَيْتَ شِعْرِيْ مَا يَظُنُّ الْمُكَفِّرُ

مَیں نہیں جانتا کہ میری تکفیر کرنے والا کس گمان یا وہم میں مبتلا ہے

(حمامۃ البشریٰ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دردلم جوشد ثنائے سرورے

~~~~ میرے دل میں سرورِ کونین کی تعریف جوش مار رہی ہے ~~~~

دردلم جوشد ثنائے سرورے
میرے دل میں اس سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے۔

آنکہ درخوبی ندارد ہمسرے
جو خوبی میں اپنا کوئی ہمسر نہیں رکھتا۔

آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل
وہ جس کی جان خدائے ازلی کی عاشق ہے۔

آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
وہ جس کی روح اس دلبر میں واصل ہے

آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است
وہ جو خدا کی مہربانیوں سے اسکی طرف کھینچا گیا ہے۔

ہمچو طفلے پروریدہ در برے
جسنے ایک بچہ کی طرح خدا کی گود میں پرورش پائی ہے

آنکہ در بِرّ و کرم بحرِ عظیم
وہ جو نیکی اور بزرگی میں ایک بحرِ عظیم ہے

آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے
اور کمالِ لطف میں ایک نایاب موتی ہے

آنکہ در جُود و سخا ابرِ بہار
جو کہ بخشش اور سخاوت میں ابرِ بہار ہے۔

آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
اور فیض و عطا میں ایک سورج ہے

آں رحیم و رحمِ حق را آیتے
وہ رحیم ہے اور رحمتِ حق کا نشان ہے

آں کریم و جُودِ حق را مظہرے
وہ کریم ہے اور بخششِ خداوندی کا مظہر ہے

آں رُخِ فرّخ کہ یک دیدارِ اُو
وہ مبارک چہرہ جس کا ایک دیدار

زشت رُو را میکند خوش منظرے
بدصورت کو خوب رُو بنا دیتا ہے

احمدِ آخر زماں کز نورِ او
اُسی احمدِ آخر زماں کے نُور سے

شد دلِ مردم زخور تاباں ترے
لوگوں کے دل آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئے
~~~~

آنحضرتؐ نے انسان، انسان کے درمیان ہر امتیاز کو مٹا دیا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"انسان تمام بنی نوع انسان کو صرف اسی صورت میں فائدہ پہنچا سکتا ہے جب وہ تمام بنی نوع انسان کو اخوت اور مساوات کے مقام پر لا کھڑا کرے اور کسی امتیاز یا تفریق کو جائز نہ سمجھے۔ چنانچہ وہ تمام باتیں جو انسانی عزت اور احترام کو قائم کرنے والی تھیں وہ امت مسلمہ کی شریعت میں قرآن کریم یا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ یا احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اسلام نے انسان انسان کے درمیان ہر امتیاز اور ہر تفریق کو مٹا کر رکھ دیا ہے اور اس طرح ہر انسان کی عزت و توقیر کو قائم کیا ہے

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا اس میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

ارے ہوشیار ہو جاؤ کان کھول کر سنو کہ تمہارا رب ایک ہے وہ ایک ذات ہے جس کی ربوبیت کے نتیجہ میں تمام اقوام مختلف فاصلے طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گئی ہیں کہ ان تمام اقوام کی روحانی اور اخلاقی استعدادیں اور صلاحیتیں ایک جیسی ہو گئی ہیں اور اب وہ آخری شریعت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو گئی ہیں۔ تمہارا پیدا کرنے والا ایک ہے اس نے تمہاری جسمانی اور روحانی استعدادوں کو ایک جیسا پیدا کیا ہے۔ قوم قوم میں اس نے فرق نہیں کیا۔ یہ صحیح ہے کہ افراد کا اپنا اپنا ترقی کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ لیکن قوم قوم میں کوئی تفریق نہیں کی جا سکتی۔ یہ نہیں کہ ایک قوم ذلیل یا حقیر ہے یا اس کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ وہ جسمانی یا روحانی یا علمی یا اخلاقی یا معاشرتی یا اقتصادی ترقی نہیں کر سکتی۔ پس فرمایا کہ ہوشیار ہو جاؤ کان کھول کر سنو کہ تمہارا رب جس نے تمہیں پیدا کیا جس نے تمہارے قوٰی کو پیدا کیا جس نے تمہاری صلاحیتوں کو پیدا کیا جس نے تمہاری استعدادوں کو پیدا کیا۔ پھر ان کی ربوبیت کی اور ارتقاء کے مدارج میں سے تم کو گزارا اور تمہاری نشوونما کو کمال تک پہنچایا۔ وہ پاک ذات واحد ہے، ایک ہے، اور تم یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ یعنی تم سب آدم کی نسل سے ہو۔ غرض تمہارا رب پیدا کرنے والا ایک ہے، تمہارا باپ آدم ایک ہے، اگر تم مختلف باپوں کی اولاد ہوتے تو تم کہتے کہ ہم نے اپنے اپنے باپوں سے ورثہ حاصل کیا ہے۔ اور ہمارا باپ بزرگ اور برتر تھا اس کے ورثہ میں ہمیں از خود یہ برتر رتبہ مل گیا ہے۔ مگر ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ باپ ایک ہے۔ پھر اگر مختلف خدا ہوتے، مختلف رب ہوتے تو کوئی قوم کہہ سکتی تھی کہ جس رب نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ زیادہ طاقتور اور زیادہ عالم اور زیادہ قادر اور زیادہ شفقت کرنے والا اور زیادہ رحم کرنے والا تھا اس نے ہمیں زیادہ دے دیا۔ دوسروں کو پیدا کرنے والا رب علم میں زیادہ نہیں تھا اس کی قدرت زیادہ نہ تھی

اس میں رحم زیادہ نہ تھا اس کو اپنی مخلوق کے ساتھ وہ محبت نہیں تھی جو ہمارے رب نے ہم سے کی۔ اس لئے ان کو کم چیزیں ملی ہیں اس لئے یہ اس لحاظ سے کم تر ہو گئے ہیں۔ مگر جب تمہارا رب ایک، جب تمہارا باپ ایک تو تمہیں یہ جان لینا چاہیئے کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ نہ کسی سیاہ کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ فام پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور ایک اور جگہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ نہ کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ فام پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی سفید فام کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت حاصل ہے فضیلت کا معیار تمہارے رب کی نگاہ میں اور ان متعدد تعبیروں میں جو تمہارے اندر اس نے پیدا کی ہیں ایک ہی ہے اور وہ ہے تقویٰ۔ خدا تعالےٰ کی نگاہ میں بزرگ تر وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی نگاہ کا تو تمہیں پتہ نہیں

لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (النجم ۳۳)

جب بزرگی کا انحصار اللہ تعالےٰ کی نگاہ پر ہوا اور ہمیں اس نگاہ کا پتہ نہیں کہ وہ پیار کی ہے یا غضب کی ہے تو پھر ایک دوسرے پر بزرگی نہ جتایا کرو

یہ ایک مثال ہے جو میں نے دی ہے۔ ورنہ اسلامی تعلیم ایسے احکام اور تعلیمات سے بھری پڑی ہے۔ مثلاً اقتصادی لحاظ سے اسلام کسی کی برتری کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ امیر کو یہ کہتا ہے کہ جب تک غربت قائم ہے تیرا تیرے مال پر کوئی حق نہیں جیسے فرمایا

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذّٰریٰت ۲۰)

میرے نزدیک اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ جب تک ضروریاتِ زندگی ہر فرد قوم کو نہیں مل جاتیں کسی مالدار کا اپنے مال پر کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ جب ضروریاتِ زندگی پوری ہو جائیں پھر جو باقی بچتا ہے وہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے اسے جائز راہوں پر خرچ کرنے سے اسلام نہیں روکتا۔ لیکن اگر ہمسایہ بھوکا ہو اور تم پانچ یا سات کھانے کھاؤ تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ پس کسی لحاظ سے بھی کسی قوم کو بحیثیت قوم کسی دوسری قوم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ مثلاً علم کے میدان میں سب دماغ ایک جیسے ہیں۔ ہر قوم میں بڑی اچھی صلاحیت والے اور جینیس (GENIUS) قسم کے دماغ بھی ہیں اور ہر قوم میں ذہنی لحاظ سے کم دماغ بھی ہیں ان کی اپنی اپنی صلاحیتیں ہیں۔ لیکن یہ بات غلط ہے کہ کوئی قوم ساری کی ساری علم کے میدان میں کم دماغ ہو اور ایک دوسری قوم ساری کی ساری علم کے میدان میں جینیس (GENIUS) ہو۔"

(الفضل ۷ مئی ۱۹۶۷ء)

صفتِ رحیمیت کے کامل مظہر ۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (نور آیت ۱۲۸)

مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف نائب قائد تعلیم مجلس مرکزیہ

سورۃ فاتحہ کو اُمّ الکتاب کہا گیا ہے اور اس میں بیان کردہ چار صفات اُمّ الصفات کہلاتی ہیں۔ اِن میں سے تیسری صفت رحیمیت ہے۔ رحمٰن اور رحیم کا اشتقاق ایک ہی ہے یعنی رحم۔ لیکن رحیمیت کی صفت مومنوں سے متعلق ہے جبکہ صفتِ رحمٰن کا فیضان مومنوں اور کافروں سب کے لئے عام ہے۔

اِس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جس روحانی فرزند کو اپنی کتاب کا علم دیا وہ اللہ تعالےٰ کی اس عظیم صفت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”رحمانیت اور رحیمیت میں فرق یہ ہے کہ رحمانیت میں فعل اور عمل کو کوئی دخل نہیں ہوتا مگر رحیمیت میں فعل و عمل کو دخل ہے۔“ (الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء)

ایک دوسرے مقام میں فرمایا:۔

دوسری قسم رحمت کی وہ ہے جس کو قرآنی اصطلاح میں رحیمیت کہتے ہیں یعنی وہ انعام و اکرام جو بنام نہاد پاداش اعمالِ حسنہ انسان کو عطا ہوتا ہے۔“ (چشمہ معرفت ص ۲۰)

صفتِ رحیمیت کی تشریح اور اس کے تقاضے

ایام الصلح میں صفتِ رحیمیت کی تشریح کرتے ہوئے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

۱- ”قرآن شریف کی اصطلاح کی رُو سے خدا تعالےٰ رحیم اس حالت میں کہلاتا ہے جبکہ لوگوں کی دُعا اور تضرع اور اعمالِ صالحہ کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور تضیعِ اعمال سے ان کو محفوظ

رکھتا ہے ...... یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے لئے ہمیشہ دعا مانگتے رہتے ہیں۔“

(ایام الصلح صفحہ ۱۸ تا ۲۰)

۲۔ صفتِ رحیمیت کا ایک پہلو پردہ پوشی ہے فرمایا :-

”رحیمیت یہ ہے کہ اعمال کو ضائع نہ کرے ...... رحیمیت میں ایک قسم کی پردہ پوشی بھی ہوتی ہے ...... رحیمیت میں فعل و عمل کو دخل ہے لیکن کمزوری بھی ساتھ ہی ہے۔ خدا کا رحم چاہتا ہے کہ پردہ پوشی کرے۔“ (الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۲)

۳۔ صفتِ رحیمیت کا ایک تقاضا اور بھی ہے فرمایا :-

”تیسری صفت رحیم ہے ...... جس کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ سعی کرنے والوں کی سعی پر بمقتضائے رحمتِ خاصہ ثمراتِ حسنہ مترتب کرتا ہے۔ توبہ کرنے والوں کے گناہ بخشتا ہے مانگنے والوں کو دیتا ہے۔ کھٹکھٹانے والوں کے لئے کھولتا ہے۔“ (براہین احمدیہ حاشیہ نمبر ۱۱)

۴۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صفتِ رحیمیت کا مظہر قرار دیتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

”پھر آپ رحیمیت کے مظہر ہیں۔ آپ نے اور آپ کے صحابہؓ نے جو محنتیں اسلام کے لئے کیں اور ان خدمات میں جو تکالیف اٹھائیں وہ ضائع نہیں ہوئیں بلکہ ان کا اجر دیا گیا۔“

(الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲)

فخرِ کونین سید ولدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کے کامل مظہر تھے حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً (احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۶۵)

کہ میں دنیا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس معمورہ ارضی میں آپ رحیم خدا کے رحیم خلیفہ تھے۔ اس خدائے ذوالعرش نے خود آپ کو رحیم قرار دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں :-

كَانَ اَرْأَفَ النَّاسِ لِلنَّاسِ وَخَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ وَاَنْفَعَ النَّاسِ لِلنَّاسِ

(احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)

کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان میں سے انسانوں کے لئے سب سے زیادہ شفیق تھے اور نوع انسان میں سے جنس بشر کے لئے بہترین انسان اور نوع بشر میں انسانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید وجود تھے۔

حضور کی صفتِ رحیمیت کا ظہور

لاریب مذہبی دنیا میں سب سے بڑی تائید اور نصرت دعا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں سے تقدیریں بدل

جاتی ہیں۔ دلوں کی کائنات بدل جاتی ہے۔ ان کی دعا سے گردشِ لیل ونہار تھم جاتی ہے۔ دعا ہی نے عمرؓ کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا تھا اور دعا ہی کی بدولت بدر کے میدان میں صنادید کفار کے چلیے بگڑے تھے

اگر خدا کے پیاروں کی نظر اکسیر کا حکم رکھتی ہے تو دعا وہ تیر ہے جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا۔

دُعا سے بہتر تحفہ اور عطیہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ خدا رحیم ہے اس لئے وہ دعا قبول کرتا ہے۔ نبی رحیم ہے وہ امت کے لئے دعا کرتا ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے جس درد اور اضطراب سے دعائیں کیں وہ حدیث کے صفحات میں محفوظ ہیں۔

ہم گنہگاروں کے لئے ساری ساری رات وہ رحیم وکریم آقا اپنے مولا ئے رحیم کے حضور گریہ وزاری کرتے رہے ہماری ماں حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ ایک موقعہ پر رات بھر نماز میں حضورؐ اس ایک دعا کو دہراتے رہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

اے اللہ اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تُو ان کو مغفرت کی چادر کے نیچے چھپا لے تو تُو غالب اور حکمتوں والا ہے۔ یہ حدیث شمائل ترمذی میں ہے نسائی میں حضرت ابوذرؓ سے اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں مذکور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا تلاوت فرمائی۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

پھر حضرت عیسٰے علیہ السلام کی یہ دعا مذکورہ قرآن تلاوت فرمائی

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی۔ اپنے آسمانی آقا سے ہمارے رحیم آقا نے التجا کی۔ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ - اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ۔ اے اللہ میری امت پر رحم فرما اے اللہ میری امت پر نظر کرم کر۔ حدیث میں آیا ہے یہ ماجرا دیکھا تو اللہ رحیم وکریم نے جبرائیل کو بھیجا کہ جا میرے رحیم حبیب سے پوچھ آپ کی آنکھ کیوں تر ہے۔ جبرائیل نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور بارگاہِ احدیت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جواب عرض کیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جا میرے حبیب کو کہہ دے۔

اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ

اے محمد ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کردیں گے (مسلم جلد اوّل کتاب الایمان باب دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم لِاُمَّتِہٖ وَ بُکَاءُہٗ شفقۃً علیھم)

محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی زندگی میں خدا تعالیٰ نے اقتدار بھی بخشا اور ظاہر ہے کہ صاحبِ اقتدار کو اپنے فرض کی ادائیگی میں کبھی کسی کو فہمائش بھی کرنا پڑتی ہے۔ کسی کو ڈانٹنا بھی پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ فرض ادا کرنا تھا۔ لیکن وہ رحیم آقا وہ رحمت مجسم اس کی تلافی کس طرح کرتے ہیں اسے بھی سنئے ابوہریرہؓ راوی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خدائے رحیم سے التجا کی

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَھْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْہِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ
فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُہٗ وَشَتَمْتُہٗ وَلَعَنْتُہٗ وَجَلَدْتُہٗ فَاجْعَلْھَا لَہٗ
صَلٰوۃً وَزَکٰوۃً وَقُرْبَۃً تُقَرِّبُہٗ بِھَا اِلَیْكَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

(مشکٰوۃ جلد اوّل ص۱ کتاب الدعوات فی طریق الدعاء)

اے اللہ میں نے تجھ سے عہد لیا ہوا ہے اور تو اس عہد میں خلاف نہیں کرے گا۔ دیکھو میرے آسمانی آقا! میں ایک بشر ہوں اگر کسی مومن کو مجھ سے تکلیف پہنچی یا میں نے اسے ڈانٹا ڈپٹا یا اسے کوئی سزا دی تو اس سزا کو اس کے لئے نماز، زکوٰۃ، اور اپنے حضور قرب کا سبب بنادے۔ ایک عرب شاعر اپنے ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے وہ اگر کسی کو مارتا ہے تو اس کے تیر کے آگے سونا لگا ہوتا ہے تا زخمی اپنا علاج کروا لے اور اگر مر جائے تو تجہیز و تکفین اس کے ورثاء کرلیں۔ شاعر کا یہ ممدوح تو کفن کا انتظام کرتا تھا۔ لیکن میرا ممدوح اسے خدا کا قرب بخشتا ہے۔ حالانکہ نہ اس نے کسی کو ناحق کہا نہ کسی سے ناحق کیا۔ اور ہاں اس رحیم کے دامن سے وابستہ ہونیوالو اسی پر بس نہیں۔ اس نے بھی ایک نہایت اہم اور پیاری دعا ابھی ہمارے لئے محفوظ رکھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہر نبی نے اپنی امت کے لئے ایک دعا کی اور میں نے وہ دعا محفوظ رکھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

شَفَاعَۃٌ لِاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَھِیَ نَائِلَۃٌ اِنْشَاءَ اللّٰہُ مَنْ مَاتَ مِنْ
اُمَّتِیْ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔ (مشکٰوۃ جلد اوّل ص۱۷۵ کتاب الدعوات
فی طریق الدعاء)

میری امت کے لئے شفاعت، جو میں قیامت کے دن کرونگا اور انشاء اللہ وہ میری امت کے ہر اس آدمی کے حق میں قبول ہوگی جو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

آپؐ کے رحم کا ایک اور نظارہ دیکھئے کبھی طوفان آئے یا آندھی آئے تو جس طرح ماں اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور کسی مصیبت کے نزول کے وقت اسے ان کی ہی فکر دامنگیر ہوتی ہے۔ اس قسم کا ایک

نظارہ ہمیں حدیثوں میں نظر آتا ہے۔ ایک بار سورج گہنا گیا۔ زمین تاریک ہوگئی۔ رحیم آقائے مدنی سخت مضطرب ہوئے بچشم نم خدا سے التجا کرنے لگ گئے۔

فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَيَبْكِيْ وَيَقُوْلُ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَاَنَا فِيْهِمْ
رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَلَّا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ

(شمائل ترمذی ص۲)

حضور آہیں بھرتے تھے اور روتے ہوئے کہتے تھے اے پروردگار کیا تُو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ میرے ہوتے ہوئے تو ان کو عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ کیا تُو نے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ اگر یہ تجھ سے استغفار کرتے ہوں گے تو تُو انہیں عذاب نہیں دے گا۔ اور اے آقا ہم تجھ سے استغفار کر رہے ہیں۔ پھر یہ کیوں۔ سچ کہا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند نے ؂

آں ترحّما کہ خلق از وے بدید ٭ کس ندیدہ در جہاں از مادرے

رحیمیت کا دوسرا تقاضہ

رحیمیت کا دوسرا تقاضا پردہ پوشی ہے کہ خدام سے کبھی غفلت ہو ہی جاتی ہے۔ انسان کمزور ہے وہ عمل کے ترازو پر کب پورا اتر سکتا ہے۔ صفت رحیمیت کا یہ پہلو بھی آقا کی زندگی میں ملاحظہ فرمایئے۔ اسلم قبیلہ کے ایک فرد ہزّال کی لونڈی سے ماعز بن مالک نے زنا کیا۔ ہزّال نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی (ایک روایت میں آتا ہے کہ ماعز نے آ کر عرض کی یا رسول اللہ طھّرنی مجھے پاک کیجئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ جا کر خدا سے مغفرت طلب کرو اور توبہ کرو۔ لیکن وہ بار بار یہی دوہراتا رہا طھّرنی۔ تب آپؐ نے فرمایا کس بات سے تمہیں پاک کروں۔ اس نے عرض کی زنا سے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو پاگل ہے اس نے عرض کی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس نے شراب تو نہیں پی کہ بہک رہا ہے لوگوں نے اس کے منہ کو سونگھا اور عرض کیا حضور شراب بھی نہیں پی۔ اس پر آپؐ نے اسے کہا کیا تو نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا اس کو رجم کیا جائے۔ سزا جاری ہو چکی تو آپؐ نے فرمایا:-

لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ اُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ

اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک جماعت پر تقسیم کی جائے تو سب کی توبہ قبول ہو جائے۔ پھر ہزّالؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا

يَا هَزَّالُ لَوْ سَتَرْتَهٗ بِثَوْبِكَ (مجمع بحار الانوار جلد ۲ ص۹۴)

اے ہزّال تو نے ماعز کو ستاری کے دامن کے نیچے کیوں نہ لیا۔ کیوں اس کی پردہ پوشی نہ کی۔ اس رحیم آقا کی تعلیم تو

یہ ہے۔ پھر اس کی امت ہو کر لوگوں کے گناہوں اور کمزوریوں کی تشہیر نہ جانے کیوں کی جاتی ہے۔

اسلام میں بعض جرائم کی سزا مقرر ہے اور ہر معاشرہ میں مجرم کو سزا دی جاتی ہے اور اس کی غرض دوسروں کے لئے عبرت اور معاشرہ کو پاک وصاف رکھنا ہوتا ہے۔ لیکن مجرم سے نفرت اور اس کو بُرا بھلا کہنا شرافت اور تہذیب کی علامت نہیں۔ جرم سے نفرت تو ہونی چاہیئے۔ مجرم سے نفرت کوئی کیوں کرے۔ اور یہ تعلیم ہمارے رحیم آقا کی ہے۔ ایک بار رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شرابی لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو مارو چنانچہ اس پر عمل کیا گیا تاکہ اس کا نشہ ہرن ہو جائے۔ جب وہ شخص پلٹا تو کسی نے کہا اَخْزَاكَ اللہ۔ اے شرابی تجھے خدا رسوا کرے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا ایسامت کہو یہ اس کی اصلاح میں ممد نہیں (ریاض الصالحین باب ستر عورات المسلمین)

پردہ پوشی کا ایک واقعہ حدیث کی کتاب کنز العمال میں آتا ہے۔ شعبی راوی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگرد رشید عمر بن خطابؓ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے عرض کی کہ میری ایک بیٹی تھی۔ میں نے جاہلیت میں اسے زندہ درگور کرنا چاہا لیکن پھر میں نے اسے نکال لیا اور وہ ہمارے ساتھ مسلمان ہوگئی۔ پھر اس سے ایک جرم سرزد ہوا جب اسے حد لگائی گئی تو اس نے چھری سے گردن کاٹ کر خودکشی کرنا چاہی لیکن شاہ رگ نہ کٹ سکی۔ پھر اس کے بعد اس نے اپنے اندر بہت نیک تبدیلی کی۔ اب جب یہ شخص اس کا نکاح کرنے لگا تو اس نے بچی کے سسرال کو سب کچھ بتانے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا جس کی اللہ نے ستاری کی تو اس کی پردہ دری کرتا ہے

وَاللّٰهِ لَئِنْ اَخْبَرْتَ بِشَانِهَا اَحَدًا مِنَ النَّاسِ لَاَجْعَلَنَّكَ نَكَالًا لِاَهْلِ الْاَمْصَارِ بَلْ اَنْكِحْهَا نِكَاحَ الْعَفِيْفَةِ الْمُسْلِمَةِ۔ (کنز العمال جلد ثانی باب ستر العیب)

خدا کی قسم اگر تم نے کسی سے بھی اس کا ذکر کیا تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جو دوسروں کے لئے عبرت کا موجب ہو۔ جا ایک مسلمہ عفیفہ کی طرح اس بچی کا بیاہ کر۔

رحیمیت کی صفت کا ایک اور پہلو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا رحیم مانگنے والے کو دیتا ہے، کھٹکھٹانے والے کے لئے کھولتا ہے اس پہلو کا اگر ہم مطالعہ کریں تو ہمارے آقا مکی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس رحیم آقا کے کامل مظہر نظر آتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ نے بہت قریب سے دیکھا تھا وہ فرماتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے نام پر جب کبھی کچھ مانگا گیا آپؐ نے دیا۔ ایک دفعہ ایک آدمی آیا اس نے حضورؐ سے سوال کیا۔ آپؐ نے اسے وادی بھر کر بکریاں

دیں۔ وہ اپنی قوم میں گیا تو دہائی دے دی لوگو مسلمان ہو جاؤ محمدؐ تو اس طرح دیتا ہے کہ اسے فاقے کا ڈر ہی نہیں۔ ایک بار ایک سوالی آیا اس نے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا اس وقت میرے پاس کچھ نہیں، پھر آنا تمہیں ضرور دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی حضورؐ آپ اس کے مکلف نہیں ہیں جو آپؐ کے پاس نہیں۔ سوالی نے حضرت عمرؓ کی بات سنی تو کہنے لگا۔ اَنْفِقْ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا۔ خرچ کیجئے اور خدائے ذوالعرش کی طرف سے کمی کا خیال نہ فرمایئے۔ حضورؐ نے سنا تو چہرہ کھل گیا (احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۷۹)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے کبھی کسی سوالی کو لا یعنی "نہ" نہیں کی۔ ایک بار نوے ہزار درہم آئے آپؐ نے چٹائی پر ڈھیر کروا دیئے۔ تمام تقسیم کر کے وہاں سے اٹھے جو بھی آیا خالی ہاتھ واپس نہ ہوا۔ (احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۷۹)

رحیمیت کا چوتھا پہلو

چوتھا پہلو صفت رحیمیت کا محنت کرنے والوں کو اجر دینا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ ادنےٰ سے ادنےٰ نیکی کرنے والے کو بھی ایسا اجر دیا کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مکہ میں بسنے والے ایک بیکس غلام بلالؓ پر ظلم و ستم توڑنے والوں کی گردنیں اس کے سامنے فتح مکہ کے دن خم ہوئیں یا نہیں ان کو پناہ ملی تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے۔ اس بلالؓ کو ہاشمیوں نے سیدنا بلال ہمارا آقا بلال کہا یا نہیں ۔۔۔ اور وہ غلام جس نے اپنے ماں باپ کے منہ پر کہہ دیا تھا میں اس رحیم و کریم آقا کے بالمقابل آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا، تب اس رحیم و کریم آقا نے اس کا ہاتھ تھام کر خانہ کعبہ میں اعلان کیا کہ آج سے یہ غلام میرا بیٹا ہوگا اور وہ زید بن محمد کہلایا جانے لگا۔ پھر اسی پر بس نہیں اس رحمتِ عالم نے اپنے قبیلہ قریش کی لڑکی یعنی اپنی پھوپھی کی لڑکی زینب اس کے عقد میں دے دی۔ اسے اسلامی فوجوں کا سپہ سالار بنایا۔ خدا کے انعام کا اسے مستحق ہوایا۔ قرآن میں آیا۔ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔

اس کے در پر اوس قبیلہ کے ایک چرواہے نے دھونی رما دی۔ فاقے کاٹے اور اس در سے الگ نہ ہوا آج وہ ابوھریرہؓ رضی اللہ عنہ حدیث کی کتب کی زینت کس کے رحم و کرم سے بنا۔ کیا اس کا اس کے علاوہ کوئی اَور جواب ہو سکتا ہے کہ صرف اور صرف اس رحمتِ مجسمؐ کے رحم و کرم کے طفیل۔ اور پھر یہی ابوھریرہؓ فاقہ کش مسجد نبوی بحرین کے گورنر بنے۔

یہ تو امت کے وہ مخلصین تھے جنہیں ایمان اور اخلاص کی متاع بیش بہا نصیب ہوئی تھی۔ مکہ کے منافق اعظم نام نہاد مسلمان عبد اللہ بن ابی بن سلول جس کی زبان آری کی مانند آپؐ کے خلاف دن رات چلتی تھی اس کا

اتنا ہی احسان تھا کہ بدر کے قیدی آپ کے چچا عباس کو اس نے اپنی قمیص پہنائی تھی (حضرت عباس اچھے خاصے قد کے تھے انہیں صرف اسی کی قمیص پوری آتی تھی) اس کی وفات پر آپ نے اسے اپنی قمیص دی کہ اسے یہ پہنادو۔ اس کے مخلص بیٹے عبداللہ کی درخواست پر اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ حضرت عمرؓ نے عرض بھی کیا یا رسول اللہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ اگر آپ ستر بار بھی ان کے لئے بخشش طلب کریں گے تو اللہ انہیں پھر بھی نہیں بخشے گا۔ آپ نے فرمایا عمر! میں ستر بار سے زیادہ دفعہ استغفار کرلوں گا بعض مفسرین نے تسلیم کیا ہے کہ یہ اس کے اس احسان کے بدلہ میں تھا اور اس کے بیٹے کی دلجوئی کے لئے (قرطبی جز ثامن ص۲۲۲ مطبوعہ مصر ۱۹۶۷ء)

حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت رحیمیت کے چند مظاہر پیش کرنے کے بعد یہ عرض کروں گا کہ حضورؐ کے روحانی فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو شخص عام مسلمانوں میں سے ہماری جماعت میں داخل ہوجائے اس کا پہلا فرض یہی ہے کہ یہی چاروں صفتیں اپنے اندر بھی قائم کرے۔" (اشتہار واجب الاظہار مشمولہ تریاق القلوب)

اور سنیئے اس رحیم آقا نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا رَحِيْمٌ۔

(کنز العمال جلد ثانی باب الرحمۃ بالضعفاء)

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر رحیم انسان ہی۔

آج پھر جنت قریب کی گئی ہے۔ آج پھر خدا کی رحمت جوش میں آئی ہے۔ آج پھر صفت رحیمیت کا ظہور ہوا ہے۔ آج پھر اطاعت رسولؐ میں فنا ہوکر ایک شخص نے خداتعالےٰ کی صفت رحیمیت سے حصہ پایا (یہ نکتہ حضور نے اعجاز المسیح میں بیان فرمایا ہے) آج پھر اس کی رحیمیت کی بارش کی بدولت نئی روئیدگی ہو رہی ہے۔ آج پھر خدا کا رحم جوش میں ہے اس رحیم مدنی آقا کا رحیم غلام فرماتا ہے ؎

رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

آج دنیا درندوں کا مسکن بن چکی ہے۔ رحیم وکریم آقا تے جن کے دامن پھولوں سے بھرے تھے۔ انہوں نے اب جھولیوں میں پتھر بھر رکھے ہیں وہ بھول گئے کہ وہ رحمۃ للعالمین کی امت ہیں۔ آج پھر یہ سبق دنیا میں ہم نے دہرانا ہے کہ خدا کی رحمت کی گھنگھور گھٹائیں ہم پر چھائی ہیں:

سیرت حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم

بحیثیت مظہرِ اتم صفتِ مالکیّت

محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ ——

قرآنِ کریم یہ دعویٰ پیش کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی، انشراحِ صدری عصمت وحیا، صدق وصفا، توکل ووفا اور عشقِ الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل اعلیٰ، اکمل وارفع اور اجلیٰ واصفیٰ تھے۔ اسی لئے اللہ جل شانہٗ نے آپ کو عطرِ کمالات سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ ودل جو تمام اوّلین وآخرین کے سینہ ودل سے فراخ تر، پاک تر، معصوم تر، روشن تر اور عاشق تر تھا اس لائق ٹھہرا کہ وہ صفاتِ الٰہیہ کے دکھانے کے لئے ایک صاف، کشادہ اور وسیع آئینہ ہو پس بلاشبہ آپ کا وجود باجود صفاتِ کمالیہ حق تعالےٰ کا ایک نہایت مصفّٰی آئینہ ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور دائرہ انسانیت میں کم وبیش متفاوت استعدادیں پائی جاتی ہیں اگر اس کمی بیشی کو مدّنظر رکھ کر سب انسانوں کو ایک باترتیب سلسلہ میں مرتب کریں تو بلاشبہ اس سے ایک خطِ مستقیم ممتد ومحدود کی صورت میں نکل آئے گی اور چونکہ یہ بھی خدا تعالےٰ کا قانون ہے کہ اس کے تمام کام حکیمانہ ترتیب سے مرتب ہیں جو ادنےٰ درجہ سے شروع ہو کر انتہائی درجہ تک پہنچتے ہیں اس لئے اس قانونِ قدرت کے ماتحت ہمیں ماننا پڑے گا کہ جیسے خدا تعالےٰ نے جمادی سلسلہ میں ایک ذرّہ سے لے کر ایک وجودِ اعظم یعنی آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے جو ظاہری کمالات کا جامع ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی جسم جمادی نہیں۔ ایسا ہی نوعِ انسان میں روحانی آفتاب بھی کوئی ہوگا۔ جس کا وجود خطِ مستقیم مثالی میں ارتفاع کے اخیر نقطہ پر واقع ہو اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ بھی ہے وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ اس جگہ صاحب درجاتِ رفیعہ سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جن کو ظلّی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات، جو کمالات الوہیت کے اظلال وآثار ہیں بخشے گئے ہیں اور وہ خلافتِ حقہ جس

کے وجود کامل کے تحقق کے لئے سلسلہ بنی آدم کا قیام بلکہ ایجاد کُل کائنات کا ہوا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے اپنے مرتبۂ اتم و اکمل میں ظہور پذیر ہو کر آئینۂ خدا نما ہوئی۔

خدا تعالیٰ نے اِس سِرِّ الوہیت کو، کہ کیوں کروڑہا اور بے شمار مخلوقات میں سے صرف ایک ہی شخص کو مرتبہ خلافتِ نامہ حقہ کا جو ظلی مرتبہ الوہیت ہے حاصل ہوا حسابی طریق سے یوں بیان فرماتا ہے

ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

یعنی نزدیک ہوا خدا تعالیٰ سے پھر نیچے کی طرف اترا یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ و احکام کے لئے نزول کیا پس اس جہت سے کہ وہ اوپر کی طرف صعود کر کے انتہائی درجہ قربِ تام تک پہنچا اور اس میں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا۔ چونکہ وہ اپنے صعود اور نزول میں اتم و اکمل ہوا اور کمالاتِ انتہائیہ تک پہنچ گیا اس لئے دو قوسوں کے بیچ میں یعنی وتر کی جگہ میں جو قطر دائرہ ہے اتم و اکمل طور پر اس کا مقام ہوا بلکہ وہ قوسِ الوہیت اور قوسِ عبودیت کی طرف اس سے بھی زیادہ تر جو خیال و گمان و قیاس میں نہیں آسکتا نزدیک ہوا۔ عام بول چال علم ہندسہ میں دو قوسوں کے ملنے سے دائرہ بنتا ہے اور نقطۂ مرکز دائرہ سے جو وتر قوس کا درمیانی نقطہ ہے۔ یہی نقطہ تمام کمالاتِ انسان کامل کا دل ہے اور اسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک ہویت ساریہ ہے جس کا فیض اقدس اس سارے خط کو تعین بخشتا ہے۔ اس درمیانی نقطہ کا نام اہل اللہ کی اصطلاح میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

جب ہم آپ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو واقعاتِ صحیحہ بہ بداہت ثابت کرتے ہیں کہ درحقیقت آپ کا وجود آئینۂ حق نما تھا اور آپ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم تھے۔

۱۔ اس وقت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا صرف یہ پہلو بیان کروں گا جس سے آپ کا صفتِ مالکِ یوم الدین کا مظہر ہونا آشکار ہے۔ سیرت کے اس پہلو کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم مالک کے صحیح مفہوم پر غور کریں۔ سو واضح رہے کہ عربی زبان میں مالک وہ وجود ہے جسے کسی چیز پر قبضہ اور اقتدار حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مالک یوم الدین یعنی خدا جزا و سزا کا مالک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی مالک مالک نہیں کہلا سکتا جب تک دونوں پہلوؤں پر اس کو اختیار نہ ہو یعنی چاہے تو پکڑے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ پس قرآن شریف کی رو سے خدا کے کام سب مالکانہ ہیں اور دونوں پہلوؤں پر اس کی قدرت نافذ ہے جیسا کہ مقتضاءِ مالکیت ہے۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کے مالکانہ اختیارات کا یوں ذکر فرماتا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا

یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اسراف کیا یعنی گناہ کیا۔ تم خدا کی رحمت سے نا امید مت ہو وہ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا یعنی وہ اس بات سے مجبور اور عاجز نہیں کہ گنہ گار کو بغیر سزا دینے کے چھوڑ دے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے اور مالک کو ہر ایک اختیار ہے

صفتِ مالکیت کی اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد جب ہم سوانح مقدس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپؐ سے ان ہی مالکانہ اختیارات کا ظہور پاتے ہیں۔ چنانچہ تاریخِ اسلام کا یہ بے نظیر واقعہ اس کا شاہد ہے کہ جب مکہ فتح ہوا اور تمام لوگ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو مسلسل کئی سال تک دکھ دیئے۔ ستایا اور یہ چاہا کہ آپ کا دن رات بن جائے۔ مکّہ کے فتح ہونے کے بعد وہ قیدیوں کی طرح آپؐ کے بس میں تھے اور شاید وہ دل ہی دل میں یہ سمجھ رہے ہوں کہ آج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام وہ لوگ جن کو انہوں نے اپنی ستم رانیوں کا نشانہ بنایا تھا ان سے گن گن کر بدلہ لیں گے تمام مکہ والے آپؐ کے تصرف اور قبضہ میں تھے۔ اس موقعہ پر آپؐ اگر ان کو بداعمالی کی سزا دیتے تو ناانصافی نہ ہوتی۔ لیکن آپؐ صفتِ مالکیت کا مظہر تھے۔ آپؐ نے منکروں سے وہی سلوک کیا جو آیتِ کریمہ

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا

میں بیان ہوا۔ چنانچہ آپؐ نے ان مجرموں سے پوچھا بتاؤ تم سے کیا سلوک کیا جائے۔ انہوں نے کہا آپ کریم ابن کریم ہیں۔ ہم آپؐ سے اسی سلوک کی توقع رکھتے ہیں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کیا۔ آپؐ نے خدا کے عطا کردہ مالکانہ اختیارات کو کام میں لاتے ہوئے فرمایا۔ جاؤ تم آزاد ہو اور آج تم کو کوئی سرزنش کرنے والا نہیں۔ آپؐ نے ان تمام کے گناہ معاف کر دیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضورؐ کی اس عظیم الشان صفت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آپؐ مالکِ یومِ الدّین کے مظہر بھی ہیں اس کی کامل تجلّی فتح مکہ کے دن ہوئی۔ ایسا کامل ظہور اللہ تعالےٰ کی صفاتِ اربعہ کا جو اُمّ الصفات ہیں اور کسی نبی میں ظاہر نہیں ہوا۔"

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۱۷)

۲- پھر مالک کا ایک مفہوم یہ ہے کہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر اس کا تصرف اور قبضہ ہے۔ کیونکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

یعنی زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب خدا تعالےٰ کی ملکیت ہے کیونکہ اس نے ان سب کو پیدا کیا۔ زمین و آسمان اور ما فیہما کے خالق نے ہر انسان کے واسطے ان اشیاء کو مسخر فرمایا ہے اور یوں وہ شب و روز مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ لیکن خدا کا وہ بندہ جو اس کی صفتِ مالکیت کا اتم مظہر بن جاتا ہے۔ تب زمین و آسمان اور تمام اشیاء اس کے قبضۂ تصرف میں دے دی جاتی ہیں اور تمام کائنات اس کی خدمت کے لئے مامور کر دی جاتی ہے چنانچہ جنگِ بدر میں ہمیں یہی نظارہ نظر آتا ہے۔ ایک طرف ایک ہزار با ہتھیار نبرد آزما سورما کھڑے ہیں۔ دوسری طرف ۳۱۳ نہتے، بے سروسامان افراد ہیں۔ بظاہر دونوں کی تعداد اور ساز و سامان کو دیکھ کر انسانی عقل یہی فیصلہ کرتی ہے کہ جنگ کا فیصلہ ان ہی لوگوں کے حق میں نکلنا چاہیئے جو ماہرِ فن مسلح اور تعداد میں زیادہ ہیں۔ لیکن اس وقت خدائے مالک نے اپنے پیارے رسولؐ کو جبکہ وہ اپنے مولیٰ کے حضور جھک کر یہ مناجات کر رہا تھا

اِنْ اُهْلِكَتْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا

کہ اے خدا! یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو کون تیری عبادت کرنے والا ہوگا اور آپ نے اپنے مالکِ حقیقی کے آگے اس شدت سے یہ مناجات کی کہ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں جس طرح دیگ ابلتی ہے اس طرح حضورؐ کی گریہ و زاری تھی۔ اضطراب کے باعث آپؐ کے شانے سے چادر سرک جاتی تھی۔ اس موقعہ پر خدا نے آپؐ کو یہ بشارت دی۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ اس بشارت کو پاکر آپؐ میدان میں تشریف لائے اور ایک مٹھی کنکروں کی اٹھائی اور دشمن کی طرف پھینک دی۔ آپؐ کا اس مٹھی کو پھینکنا تھا کہ نظامِ عالم میں فوری طور پر ایک تغیر پیدا ہوا اور شدید آندھی چلی جس نے کفار کے تیروں کو آپؐ تک اور آپؐ کے صحابہؓ تک پہنچنے سے روک دیا اور آپ کے ساتھیوں کے تیروں کو تیزی کے ساتھ دشمن تک پہنچایا۔ اگر آپؐ صفتِ مالکیت کے مظہر نہ ہوتے تو یہ تغیر کائنات میں کیونکر آسکتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہمارے سید و مولیٰ سید الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارقِ عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہوگئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہوگئی اور مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ یعنی جب تُو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تُو نے نہیں پھینکا۔

یعنی درپردہ الہٰی طاقت کام کرگئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جو شق القمر ہے اسی الہٰی طاقت سے ظہور میں آیا تھا کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ انگلی کے اشارہ سے جو الہٰی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آگیا تھا اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کردیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار میں موجود تھا اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزارہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کردیا اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا اور بعض اوقات شور آب کنویں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کردیا اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کردیا اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کردیا ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت مخلوط تھی۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۵-۶۶)

اور یہ تمام واقعات اس بات کے آئینہ دار ہیں کہ آپؐ خدا تعالےٰ کی صفتِ مالکیت کے مظہر اتم تھے۔

۳۔ پھر جب بندہ خدا کی صفتِ مالکیت کا مظہر بنتا ہے تو وہ عدل و انصاف کو دنیا میں جاری کرتا ہے مگر اس کے انصاف میں رحم کی ملونی ہوتی ہے اور اس قسم کے عدل و انصاف کے واقعات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بے شمار ملتے ہیں۔ مثلاً جنگِ بدر میں خدا تعالےٰ نے اسلامی لشکر کو فتح عطا فرمائی اور کفار کے بہت سے افراد قید کئے گئے۔ ان ہی قیدیوں میں حضرت عباس رضؓ بھی تھے جنہیں قیدیوں کے ساتھ رسیوں سے باندھا گیا تھا جس کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور آپ کراہنے لگے۔ ان کے کراہنے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نیند نہیں آتی۔ انصار کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت عباسؓ کے بندھن ڈھیلے کردیئے جس کی وجہ سے ان کا کراہنا بند ہوگیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے کراہنے کی آواز نہ سنی تو آپؐ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ جب آپؐ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اگر بندھن

ڈھیلے کرتے ہو تو سب کے کرو عباس کی کوئی خصوصیت نہیں۔ چنانچہ سارے قیدیوں کے بند ڈھیلے کر دیئے۔ آپؐ نے اپنی مالکانہ شان کے ماتحت ایسے عدل و انصاف سے کام لیا جو رحم کی ملونی اپنے اندر رکھتا تھا

۴۔ صفتِ مالکیت میں یہ مفہوم بھی داخل ہے کہ مالک کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اور جو مالک کا مقابلہ کرتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔ یہ شان بھی ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بڑی نمایاں نظر آتی ہے۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک خبیث اور پلید دل بادشاہ کسریٰ، ایران کے فرمانروا نے غصہ میں آکر آپؐ کے پکڑنے کے لئے سپاہی بھیج دیئے۔ وہ شام کے قریب پہنچے اور کہا کہ ہمیں گرفتاری کا حکم ہے۔ آپؐ نے اس بے ہودہ بات سے اعراض کر کے فرمایا تم اسلام قبول کرو۔ اس وقت آپ صرف دو چار اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے۔ مگر ربانی رعب سے وہ دونوں بید کی طرح کانپ رہے تھے۔ آخر انہوں نے کہا کہ ہمارے خداوند کے حکم یعنی گرفتاری کی نسبت جنابِ عالی کا کیا جواب ہے کہ ہم جواب ہی لے جائیں۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کل تمہیں جواب ملے گا۔ صبح کو جب وہ حاضر ہوئے تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ وہ جسے تم خداوند خدا کہتے ہو وہ خداوند نہیں۔ خداوند وہ ہے جس پر موت اور فنا طاری نہیں ہوتی۔ مگر تمہارا خداوند آج رات کو مارا گیا۔ میرے سچے خداوند نے اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا۔ وہ آج رات اس کے ہاتھ سے قتل ہو گیا اور یہی جواب ہے۔ یہ کتنا بڑا معجزہ تھا اس کو دیکھ کر اس ملک کے ہزارہا لوگ ایمان لائے کیونکہ اسی رات خسرو پرویز یعنی کسریٰ مارا گیا

یہ واقعہ اور اس قسم کے اور بہت سے واقعات اس امر کو ثابت کرتے ہیں کہ خدا نے آپؐ کو اپنی صفت مالکیت کا کامل مظہر بنایا تھا۔ جو بھی گستاخانہ نیت سے آپؐ کے مقابل آیا اس نے سزا پائی۔

۵۔ پھر مالک اختیار ہوتا ہے کہ جس چیز کو جس مقام پر چاہے رکھے اور جو چیز چاہے کسی کو دے۔ مالک سے یہ نہیں پوچھا جا سکتا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا؟ اور نہ کوئی اس کے مالکانہ اختیارات کے نفاذ کو روک سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ مالکانہ تصرف بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ سراقہ بن خثعم آپؐ کی ہجرت کے وقت آپؐ کے پکڑنے کے لئے سو اونٹ کے لالچ میں گھوڑے پر سوار ہو کر آپؐ کے تعاقب میں نکلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب اس کو آتے دیکھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا کوئی فکر نہ کرو۔ خدائے مالک ہمارے ساتھ ہے۔ (بخاری کتاب المناقب باب المہاجرین) وہ سرپٹ گھوڑا دوڑائے چلا آ رہا تھا اور جب وہ آپؐ کے قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر گیا لیکن پھر جلدی اٹھا اور عرب کے دستور کے مطابق اپنے تیروں سے فال لی جو اس کی منشاء کے خلاف نکلی مگر انعام کے لالچ میں پھر سوار ہو کر تعاقب میں ہو لیا

اور اس دفعہ اس قدر قریب پہنچ گیا کہ سراقہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قرآن کریم پڑھنے کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی اور اس نے یہ بھی بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بھی مڑکر نہیں دیکھا۔ مگر ابوبکر رضؓ بار بار دیکھتے تھے۔ وہ جب ذرا آگے بڑھا تو پھر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور اس دفعہ اس کے پاؤں ریت میں اس قدر دھنس گئے کہ وہ انہیں نکال نہ سکا وہ مشکل سے اٹھا اس کے اردگرد غبار ہی غبار تھا اس پر اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صلح کی آواز دی۔ اس پر آپ ٹھہر گئے اور وہ آپؐ کے پاس پہنچ گیا۔ آپؐ نے سراقہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ سراقہ حیران رہ گیا اور پوچھا کہ کسرےٰ بن ہرمز شہنشاہِ ایران! آپؐ نے فرمایا ہاں سراقہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کہاں عرب کے صحرا کا ایک بدوی اور کہاں کسرےٰ شہنشاہِ ایران کے کنگن مگر خدا نے آپؐ کے مالکانہ اختیارات کو جو خدائے مالک کی طرف سے آپؐ کو عطا کئے گئے تھے یوں پورا کیا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران فتح ہوا اور کسرےٰ کے کنگن مالِ غنیمت کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلوایا، جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو چکا تھا اور اس کے ہاتھوں میں کسرےٰ کے کنگن جو بیش قیمت جواہرات سے لدے ہوئے تھے پہنائے۔ اس نظارہ کو دیکھ کر مسلمانوں نے بے اختیار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کی صفتِ مالکیت کے مظہر نہ ہوتے تو یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا، پس یہ امر اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ آپؐ اللہ تعالےٰ کی صفتِ مالکیت کے مظہر اتم تھے۔

پھر آپؐ کے وجود باجود سے صفتِ مالکیت کا ظہور اس رنگ میں بھی ظاہر ہوا کہ جس طرح مالک خدا مناصب عطا کرتا ہے۔ آپؐ کی اتباع کرنے والوں کو آپؐ کے طفیل بڑے بڑے مراتب حاصل ہوئے اور اس کے لئے یہ معیار مقرر ہوا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

یعنی جو تقوےٰ کے اعلیٰ مقام پر ہوگا وہی عزت دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبوت کے بعد سب سے بڑا درجہ خلافت کا عطا کیا گیا اور آپؐ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل عرب پر مالکانہ اختیارات حاصل ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر، بے زور، بے کس، امّی، یتیم، تنہا، غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی۔ ... اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور ان ہی تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔ اگر

یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی۔ کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہؤا کرتا ہے۔"

۷۔ پھر آپؐ کا صفتِ مالکیت کا مظہر ہونا اس رنگ میں بھی ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ جس زمانہ میں شریعت کی بنیاد رکھتا ہے اس وقت وہ اپنی صفتِ مالکیت کا اظہار کرتا ہے اور تاریکی و ظلمت کے دور میں اپنے باغ کی اصلاح کرتا ہے اور اپنے نبی کو مبعوث فرماتا ہے اور اس کی دعاؤں میں قوتِ تکوینی پیدا کرتا ہے۔ کامل کی دُعا خدا تعالےٰ کے اذن سے عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرامِ فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف موید مطلوب ہو پس معجزات و کرامات کی اصل اور منبع یہی دعا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔"

۸۔ پھر مالکِ یوم الدین کی آیت کامل توکل پر دلالت کرتی ہے یعنی اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کو آخری نتائج کا مرتب کرنے والا اقرار دے کر جب الحمد للہ کہتا ہے تو گویا وہ اس امر پر اطمینان کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا یہ فیصلہ درست ہے اور مجھے منظور ہے اور جب وہ اللہ تعالےٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اپنی صفتِ مالکیت کا مظہر بن کر اسے دشمنوں پر غلبہ عطا کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس سوانح میں ایسے بیسیوں واقعات ملتے ہیں کہ دشمنوں نے آپؐ کی ہلاکت کے بار بار منصوبے بنائے لیکن وہ آپؐ کا بال بیکا نہ کر سکے اور ان تمام مواقع پر آپؐ نے کسی انسان پر بھروسہ نہ کیا۔ بلکہ توکل علی اللہ کا بے نظیر نمونہ دکھایا اور خدا نے آپؐ کو دشمنوں پر غلبہ عطا کیا۔ چنانچہ ہجرت کے روز جب آپؐ مکہ سے نکلے۔ آپؐ کے ساتھ بجز حضرت ابوبکرؓ کے اور کوئی نہ تھا۔ دشمنوں نے آپؐ کے قتل پر بڑا انعام مقرر کیا۔ کئی لالچی آپؐ کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے آپؐ کو کچھ مدت کے لئے غارِ ثور

میں قیام کرنا پڑا۔ ہنوز آپؐ غار میں ہی پناہ گزین تھے کہ اہلِ مکہ کھوج لگاتے لگاتے اس غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس موقعہ پر عرض کیا کہ دشمن ہمارے سر پر آپہنچا ہے تو آپؐ نے نہایت اطمینان سے فرمایا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

ابوبکر! مت گھبراؤ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ آپؐ مطمئن تھے کہ دشمن آپؐ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا کیونکہ آپ اپنی ذات میں خدا مالک کو دیکھ چکے تھے۔ اگر آپؐ خدا کی صفتِ مالکیت کا مظہر نہ ہوتے تو یہ توکل علی اللہ آپؐ سے ظہور میں آیا نہ آتا۔

اگر کامیابی چاہتے ہو تو خدا سے صلح کرلو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص جو خدا کو خوش رکھنا چاہتا ہے کہ خدا اسے کامیابیاں بخشے وہ فریب کی زندگی چھوڑ دے اور خدا سے صلح کرے فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ فلاح پاگئے وہ جنہوں نے تزکیہ نفس کرلیا اور تباہ ہوگیا وہ جس نے اسے خراب کیا۔ فلاح دین و دنیا دونوں کو شامل ہے۔ جو شخص اپنے نفس کی ناپاکی کو چھوڑتا ہے وہ آخر کامیاب ہوتا ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعائیں

مرتبہ : مکرم شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی لاہور

۱۔ رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَ طَهِّرْنِیْ تَطْهِیْرًا

اے میرے رب مجھ سے ناپاکی کو دور رکھ اور مجھے بالکل پاک کردے

یہ دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قریباً ۱۸۷۴ء میں رؤیا میں کی۔ یہ رؤیا بیان کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:۔ "عرصہ قریباً چھبیس برس کا گذرا ہے کہ مجھے گورداسپور میں ایک رؤیا ہوا کہ میں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بیٹھے ہیں اتنے میں میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں چنانچہ میں نے ان کی طرف کھسکنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ چارپائی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان کی طرف سے ظاہر ہو گئے جن میں سے ایک کا نام خیراتی تھا وہ تینوں بھی زمین پر بیٹھ گئے اور مولوی عبداللہ بھی زمین پر تھے اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے ان سب سے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں تم سب آمین کہو تب میں نے یہ دعا کی

رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَهِّرْنِیْ تَطْهِیْرًا

اس دعا پر تینوں فرشتوں اور مولوی عبداللہ نے آمین کہی۔ اس کے بعد وہ تینوں فرشتے اور مولوی عبداللہ آسمان کی طرف اڑ گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ مولوی عبداللہ کی وفات قریب ہے اور میرے لئے آسمان پر ایک خاص فضل کا ارادہ ہے اور پھر میں ہر وقت محسوس کرتا رہا کہ ایک آسمانی کشش میرے اندر کام کر رہی ہے یہاں تک کہ وحیٔ الٰہی کا سلسلہ جاری ہو گیا وہی ایک ہی رات تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے بتمام و کمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہو گئی جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادے سے نہیں ہو سکتی تھی۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۹۔ نزول المسیح صفحہ ۲۳۶-۲۳۸
تریاق القلوب صفحہ ۹۴-۹۵)

۲۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورۃ یاسین سنائی۔ جب تیسری مرتبہ سورۂ یاسین سنائی گئی تو میں دیکھتا تھا کہ بعض عزیز میرے جو اب وہ دنیا سے گزر بھی گئے۔ دیواروں کے پیچھے بے اختیار روتے تھے اور مجھے ایک سخت قسم کا قولنج تھا اور بار بار دم بدم حاجت ہو کر خون آتا تھا۔ سولہ دن برابر ایسی حالت رہی اور اسی بیماری میں میرے ساتھ ایک اور شخص بیمار ہوا تھا وہ آٹھویں دن راہی ملکِ بقا ہوگیا۔ حالانکہ اس کے مرض کی شدت ایسی نہ تھی جیسی میری، جب بیماری کو سولہواں دن چڑھا تو اس دن بکلی حالاتِ یاس ظاہر ہو کر تیسری مرتبہ مجھے سورہ یٰسین سنائی گئی اور تمام عزیزوں کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہوگا۔ تب ایسا ہوا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں مجھے بھی خدا نے الہام کرکے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے:۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اور میرے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال اور یہ کلماتِ طیبہ پڑھ اور اپنے سینہ اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر کہ اس سے تو شفا پائے گا۔ چنانچہ جلدی سے دریا کا پانی معہ ریت منگوایا گیا اور میں نے اسی طرح عمل کرنا شروع کیا جیسا کہ مجھے تعلیم دی تھی اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی اور بے اختیار طبیعت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت بھی ہو تو بہتر تا اس حالت سے نجات ہو مگر جب وہ عمل شروع کیا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہر ایک دفعہ ان کلماتِ طیبہ کے پڑھنے اور بدن پر پھیرنے سے میں محسوس کرتا تھا کہ وہ آگ اندر سے نکلتی جاتی ہے اور بجائے اس کے ٹھنڈک اور آرام پیدا ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ابھی پیالہ کا پانی ختم نہ ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بیماری بکلی مجھے چھوڑ گئی اور میں سولہ دن کے بعد رات کو تندرستی کے خواب سے سویا۔ جب صبح ہوئی تو مجھے الہام ہوا:۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِشِفَآءٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو جو شفا دے کر ہم نے دکھلایا تو تم اس کی نظیر میں کوئی اور شفا پیش کرو" (ص ۳۲ - تریاق القلوب ص۳۷-۳۸)

۳۔ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى

اے میرے رب مجھے دکھلا کہ تو کیوں کر مُردوں کو زندہ کرتا ہے

۴۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ

اے میرے رب مغفرت فرما اور آسمان سے رحم کر

۵ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ

اے میرے رب مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو خیر الوارثین ہے۔

۶ رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ

اے میرے رب امت محمدیہ کی اصلاح کر

۷۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ

اے ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے تو سب فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر ہے

(ص ۸۔ ۴۸ — براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۳۸ - ۲۴۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر۱۔ ص ۲۴۴-۲۴۵ تحفہ بغداد ص۱۷-۲۰)

۸۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ ـ رَبِّ اِنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ـ اِيْلِيْ اِيْلِيْ لِمَا سَبَقْتَنِيْ ـ اِيْلِيْ اَوْس

اے میرے خدا آسمان سے رحم اور مغفرت نازل فرما۔ میں مغلوب ہوں میری طرف سے مقابلہ کر

اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا

آخری فقرہ اس الہام کا یعنی ایلی آوس بباعث سرعت ورود مشتبہ رہا ہے اور نہ اس کے کچھ معنے کھلے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

(ص ۔ ۵۹ — (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۱۱ و ص۵۱۲)

۹۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُبَارَكًا حَيْثُ مَا كُنْتُ

یعنی اے میرے رب مجھے ایسا مبارک کر کہ ہر جگہ کہ میں بود و باش کروں برکت میرے ساتھ رہے۔ پھر خدا نے اپنے لطف و احسان سے وہی دعا کہ جو آپ ہی فرمائی تھی قبول فرمائی اور یہ عجیب

بندہ نوازی ہے کہ اوّل آپ ہی الہامی طور پر زبان پر سوال جاری کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ تیرا سوال منظور کیا گیا ہے۔ (ت ۹۰۔ ۸۰ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۴۲)

۱۰۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَآءِ۔ رَبُّنَا عَاجٍ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ۔ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنْ غَمِّیْ۔ اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَنِیْ۔

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ۔

اے میرے خدا میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم نازل فرما (ہمارا رب عاجی ہے اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے) جن نالائق باتوں کی طرف مجھ کو بلاتے ہیں۔ ان سے اے میرے رب مجھے زندان بہتر ہے اے میرے خدا مجھ کو میرے غم سے نجات بخش۔ اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تیری مہربانیوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔

(ت ۱۰۱۔ ۱۰۲ - (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۵۵۔ ۵۵۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اس الہام کا ترجمہ فرمایا ہے وہ یہ ہے

"ہمارا رب عاجی ہے" اس سے واضح ہوتا ہے کہ عاج ناقص وادی عجا یعجو سے اسم فاعل ہے اور اس کے معنی عربی زبان میں دودھ پلانے کے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں عَجَتِ الاُمُّ ای سَقَتْہُ اللَّبَنَ۔ یعنی ماں نے بچہ کو دودھ پلایا۔ اور العجوۃ کے معنی قاموس میں یہ لکھے ہیں کہ لَبَنٌ یُعَالَجُ بِہِ الصَّبِیُّ الْیَتِیْمُ اَیْ یُغْذٰی۔ جس دودھ سے یتیم بچے کی پرورش کی جاتی ہے۔ اس لغوی تحقیق کے پیش نظر الہام کے یہ معنے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ یتیمی اور بے کسی کی حالت میں روحانی دودھ یا روحانی غذا پہنچانے والا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلا الہام رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَآءِ بھی ان معنوں کی تائید کرتا ہے (مرتب) (تذکرہ ص۱۰۱، ۱۰۲)

۱۱۔ ھُوَ شَعْنَا ۔ نَعْسَا

یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۵۶)

"ھو شعنا نعسا اے خدا میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے نجات بخش اور مشکلات سے رہائی فرما۔ ہم نے نجات دے دی۔ یہ دونوں فقرے عبرانی زبان کے ہیں اور یہ ایک پیشگوئی ہے جو دعا کی صورت میں کی گئی اور پھر دعا کا قبول ہونا ظاہر کیا گیا اور اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو موجودہ مشکلات ہیں یعنی تنہائی، بے کسی، ناداری، کسی آئندہ زمانے میں وہ دور کر دی جائیں گی۔ چنانچہ پچیس برس

کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اس زمانہ میں ان مشکلات کا نام و نشان نہ رہا۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸)

۱۲۔ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ۔ اور محمدؐ پر درود بھیج

ذیل میں اس الہام کا بقیہ حصہ بھی احباب کے افادہ کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے کہ دراصل یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی اساس ہے:۔

سَلَامٌ عَلَیْكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ۔ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ۔ ذُوْ عَقْلٍ مَّتِیْنٍ۔ حِبُّ اللّٰہِ۔ خَلِیْلُ اللّٰہِ۔ اَسَدُ اللّٰہِ۔ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَكَ سُهُوْلَةً فِیْ كُلِّ اَمْرٍ۔ بَیْتُ الْفِكْرِ وَبَیْتُ الذِّكْرِ۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

تیرے پر سلام اے ابراہیم! تُو آج ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ اور امانت دار اور قوی العقل ہے اور دوست خدا ہے۔ خلیل اللہ ہے اسد اللہ ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیج۔ — یعنی یہ اسی نبی کریمؐ کی متابعت کا نتیجہ ہے۔

اور بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے تجھ کو ترک نہیں کیا اور نہ تجھ پر ناراض ہے۔ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی؟ اور تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص و قصد تعبد و صحت نیت و حسن و احسان داخل ہوگا وہ سوء خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔

بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے کہ جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور آخری فقرہ مذکورہ بالا اسی مسجد کی صفت میں جس کے حروف سے بنائے مسجد کی تاریخ بھی نکلتی ہے اور وہ یہ ہے:۔

مُبَارِكٌ وَّمُبَارَكٌ وَّكُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ یُّجْعَلُ فِیْهِ

یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔

ت ۱۰۵-۱۰۶ - (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۵۸ تا ص۵۵۹)

خاکسار مرتب عرض کرتا ہے کہ مسجد مبارک کی یہ تاریخ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں بیان فرمائی ہے

یہ بھی الہامی ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں حضور فرماتے ہیں :۔

"ایک مرتبہ میں نے اس مسجد کی تاریخ ...... الہامی طور پر معلوم کرنی چاہی تو مجھے الہام ہوا۔

مُبَارِكٌ وَّ مُبَارَكٌ وَّ كُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ

(ازالہ اوہام حصہ اول ص۱۵۶)

۱۳۔ "یا الٰہی! اگر تُو جانتا ہے کہ مَیں کذّاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں ہوں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے ملعون اور مردود ہوں اور کاذب ہوں اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو مَیں تیری جناب میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کر ڈال۔ اور اگر تُو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے پردے پھاڑ دے جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آکر مجمع عام میں توبہ کرے تو اسے معاف فرما کہ تُو رحیم و کریم ہے"۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"افسوس کہ پرچہ چودھویں صدی ۱۵ رجون ۱۸۹۷ء میں بہت سی جزع فزع کے ساتھ سلطان روم کا بہانہ رکھ کر نہایت ظالمانہ توہین و تحقیر اس عاجز کی نسبت کی گئی ہے ... مگر کچھ ضرور نہیں کہ میں اس کے رد میں تضیع اوقات کروں کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے ہاتھ حساب ہے۔ لیکن ایک عجیب بات ہے جس کا اس وقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے روبرو پڑھا گیا تو میری روح نے اس مقام میں بددعا کے لئے حرکت کی جہاں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (یعنی اس عاجز کا اشتہار) پڑھا تو بے ساختہ ان کے منہ سے یہ شعر نکل گیا ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد ؛ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

مَیں نے ہر چند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میری روح سے نکل جائے مگر وہ نہ نکل سکی۔ تب مَیں نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ تب مَیں نے اس شخص کے بارے میں دُعا کی، جس کو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ دعا قبول ہو گئی۔ (اس کے بعد حضور نے وہ دعا درج فرمائی جو اوپر درج کی گئی ہے) اور اس کے بعد فرمایا۔

"یہ دعا ہے کہ میں نے اس بزرگ کے حق میں کی۔ مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہے اور کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور قوم کے ہیں جنہوں نے مجھے کذاب ٹھہرا کر میری پردہ دری کی کوشش کی اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمے سے میرے دل کو دُکھ پہنچا

اور ایک جوش پیدا ہوا تب میں نے دعا کر دی اور یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک اس کا فیصلہ کرنا خدا تعالیٰ سے مانگا۔" (از اشتہار ۲۵ رجون ۱۸۹۷ء) ت ۳۰۲، ۳۰۳ (تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۱۳۴ تا ۱۳۶)

خاکسار مرتب عرض کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی یہ دعا جو ایک پیشگوئی کا رنگ رکھتی تھی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ الحکم مورخہ ۲۱/۲۸ جون ۱۹۴۳ء صفحہ ۴ کے مطابق یہ "بزرگ" ضلع راولپنڈی کے ایک وسیع عالم اور رئیس اعظم خواجہ جمال دار خان صاحب تھے انہوں نے حضور علیہ السلام کے اس اشتہار کی اشاعت سے کچھ عرصہ بعد ۲۹ ر اکتوبر ۱۸۹۷ء کو حضرت اقدس کی خدمت میں حد درجہ فروتنی، انکسار اور تذلل سے ایک مفصل خط لکھا جس کے چند حصے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

"سیدی و مولائی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک خطا کار اپنی غلط کاری سے اعتراف کرتا ہوا (اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے) قادیان کے مبارک مقام پر (گویا) حاضر ہو کر آپ کے رحم کا خواستگار ہوتا ہے یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک جو اس گنہ گار کو مہلت دی گئی۔ اب آسمانی بادشاہت میں آپ کے مقابلے میں اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا ہوں .... اس وقت میں ایک مجرم گنہ گاروں کی طرح آپ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں) شائد جولائی ۱۸۹۸ء سے پہلے ہی حاضر ہو جاؤں۔

امید کہ بارگاہِ اقدس سے بھی آپ کو راضی نامہ دینے کے لئے تحریک فرمائی جائے کہ نَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا قانون کا بھی یہی اصول ہے کہ جو جرم عمداً یعنی جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابلِ راضی نامہ اور معافی کے ہوتا ہے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

میں ہوں حضور کا مجرم (دستخط بزرگ) - راولپنڈی ۲۹ ر اکتوبر ۱۸۹۷ء

ت ۳۰۳، ۳۰۴ - (کتاب البریہ ص ۸)

خواجہ جمال دار خان صاحب مرحوم نے حضرت اقدس کی خدمت میں یہ خط بھجوانے کے علاوہ اس کا مختصر اخبار "چودھویں صدی" ہی کی ۸ ر نومبر ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں بھی شائع کروا دیا۔ (تاریخ احمدیت حصہ دوم ص ۴۳۵)

حضرت اقدس نے اس خط پر ۲۰ ر نومبر ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں لکھا۔

"خدا تعالیٰ اس بزرگ کی خطا معاف کرے اور اس سے راضی ہو۔ میں اس سے راضی ہوں اور اس کو معافی دیتا ہوں۔ چاہیئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک شخص اس کے حق میں دعائے خیر کرے"

(تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۹۰)

مخلص مسلمان کی ترقیوں اور ایمانی درجوں کا آخری نقطہ وہ آنحضرتؐ کا سچا متبع ہو اور آپؐ کے تمام اخلاق کو حاصل کرے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''یہ وہ امور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ) تھے کہ علاوہ معجزات کے صحابہؓ پر مؤثر ہوئے تھے۔ اس لئے آپؐ اسم بامسمی محمدؐ ہو گئے تھے صلی اللہ علیہ وسلم، اور زمین پر آپؐ کی حمد ہوتی تھی۔ اسی طرح آسمان پر بھی آپؐ کی تعریف ہوتی تھی اور آسمان پر بھی آپؐ محمدؐ تھے۔ یہ نام آپؐ کا اللہ تعالی نے بطور نمونہ کے دنیا کو دیا ہے۔ جب تک انسان اس قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا نہیں کرتا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالی کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کرسکتا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور طرز عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بناوے۔ چنانچہ خود اللہ تعالی نے اس کی بابت فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی محبوب الہی بننے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جاوے۔ سچی اتباع آپؐ کے اخلاق فاضلہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل کے لوگوں نے اتباع سے مراد صرف رفع یدین، آمین بالجہر اور رفع سبابہ ہی لے لیا ہے۔ باقی امور کو جو اخلاق فاضلہ آپؐ کے تھے ان کو چھوڑ دیا۔۔۔۔۔ سچے مومن اور مخلص مسلمان کی ترقیوں اور ایمانی درجوں کا آخری نقطہ تو یہی ہے کہ وہ سچا متبع ہو اور آپؐ کے تمام اخلاق کو حاصل کرے۔ جو سچائی کو قبول نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۸۷)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔